JULY-2025 Rs. 30/-

محرم الحرام ۱۴۴۷ھ جولائی ۲۰۲۵ء

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

والدین کی خدمت کا صلہ
ایٹمی طاقت اور اس کی اہمیت
ایران اور اسرائیل جنگ

مدرسوں پر تالابندی! ایک جائزہ
شاگرد و استاذ کے مابین رشتۂ محبت
وفا کے باغ میں میرا حسین زندہ ہے
تجارت! احادیث کی روشنی میں
حدیث قسطنطنیہ اور یزید پلید

فاتح کربلا! صبر و استقلال کا عظیم پیکر
نکاح! نسل انسانی کے صلاح و فلاح کا ضامن
مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ
علمائے کرام کاروبار اور ہنر بھی اپنائیں

تعلیم، صحت اور کفالت! ایک روشن مستقبل کی ضمانت
تاجدار اہل سنت کی شخصیت! قرآن و حدیث کی روشنی میں
حدیث ''لولاک لما خلقت الافلاک'' کی حقیقت و حیثیت
سنیت کی علامت / جشن غدیر خم منانا کیوں جائز نہیں؟
کیا فلسطین میں جنگ بندی ہوگی؟ / امام کی کفالت قوم کی اجتماعی ذمہ داری

مدیر: مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

مرکز الدراسات الإسلامية جامعة الرضا بریلی شریف یوپی، هند

CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)

Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی

محمد اختر رضا

خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی

محمد عسجد رضا

خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

Vol. 10 — جلد نمبر ۱۰

جولائی ۲۰۲۵ء — محرم الحرام ۱۴۴۷ھ

Issue No. 7 — شمارہ نمبر ۷

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپئے	سالانہ ۳۵۰ روپئے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ر روپئے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا — محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ر سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ر سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ	مدرسوں پر تالا بندی! ایک جائزہ	مفتی غلام مصطفیٰ نعیمی	۵
اسلامیات	تعلیم، صحت اور کفالت! ایک روشن مستقبل کی ضمانت	مولانا محمد فہیم جیلانی مصباحی	۷
☜	والدین کی خدمت کا صلہ	علامہ سید اولاد رسول قدسیؔ	۱۱
☜	نکاح! نسل انسانی کے صلاح وفلاح کا ضامن	مولانا اشفاق عالم امجدی	۱۵
☜	شاگرد واستاذ کے مابین رشتۂ محبت	مصباح القادری	۱۷
☜	تجارت! احادیث کی روشنی میں	محمد توصیف رضا قادری	۱۹
اسلاف واخلاف	حدیث قسطنطنیہ اور یزید پلید	حافظ تحسین رضا قادری	۲۰
☜	فاتح کربلا! صبر واستقلال کا عظیم پیکر	حافظ افتخار احمد قادری	۲۳
☜	وفا کے باغ میں میرا حسین زندہ ہے	عالمہ اے رضویہ	۲۶
☜	تاجدار اہل سنت کی شخصیت! قرآن وحدیث کی روشنی میں	حافظ افتخار احمد قادری	۳۳
☜	مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ	غلام مصطفیٰ رضوی	۳۹
تحقیقات	حدیث ''لولاک لما خلقت الافلاک'' کی حقیقت وحیثیت	مولانا محمد طفیل احمد مصباحی	۲۹
احوال قوم وملت	علمائے کرام کاروبار اور ہنر بھی اپنائیں	مفتی وسیم جعفر قادری	۴۰
احوال عالم	ایٹمی طاقت اور اس کی اہمیت	مفتی غلام مصطفیٰ نعیمی	۴۱
☜	ایران اور اسرائیل جنگ	مولانا محمد زاہد علی مرکزی	۴۲
ترغیبات	فکر آخرت	علامہ مفتی محمد صالح بریلوی قادری	۴۷
مختصرات	خطیب کی تڑپ/ خودکشی! صبر واستقامت کی شکست	مفتی غلام مصطفیٰ نعیم/ رمضان رضا ماتریدی	۴۹
☜	سنیت کی علامت/ جشن غدیر خم منانا کیوں جائز نہیں؟	مفتی عبداللطیف علیمی/ شمس تبریز خاکیؔ	۵۰
☜	کیا فلسطین میں جنگ بندی ہوگی؟/ امام کی کفالت قوم کی اجتماعی ذمہ داری	مولانا طارق انور مصباحی/ سوشل میڈیا	۵۱
منظومات	سب سے جدا تیری عطا اے/ لباس جود کی تم سے ہے زین	قاری نعیم الدین قادری/ شمس تبریز خاکیؔ	۵۲
☜	کاش ہم خاک در شاہ شہیداں ہوتے/ باطل پہ ایسی ضرب لگائی	حضرت چندا حسینی صوفی/ سلمان رضا فریدیؔ	۵۲
☜	بلند اتنا کیا ہے خدا نے شانِ حسین/ تن بدن اس طرح سے مہکائے	فرقان فیضی/ شمس تبریز خاکیؔ	۵۳
☜	تھی فدا دین مبین پر زندگی شبیر کی/ کوئی ملا نہ ملے گا حسین کے جیسا	سید خادم رسول عینیؔ/ غلام غوث اجملی	۵۳
☜	مفتی اعظم ہند! نوری سماں ہیں آپ/ قلم کہتا ہے میں شاہ جہاں ہوں	علامہ قدسیؔ/ مولانا طفیل احمد	۵۴
خیر وخبر	غفلت کا سایہ	غلام مصطفیٰ رضوی	۵۴

مہمان اداریہ

از: مفتی غلام مصطفےٰ نعیمی*

مدرسوں پر تالا بندی! ایک جائزہ

گذشتہ کئی مہینوں سے اتراکھنڈ میں مدارس کے خلاف سرکاری مہم چل رہی ہے۔اس مہم کے تحت اب تک دوسو سے زائد مدرسے بند کیے جا چکے ہیں۔جس رفتار سے یہ مہم جاری ہے امید ہے دیگر مدرسے بھی جلد ہی تالا بندی کا شکار ہو جائیں گے۔حکومت کے اس اقدام کے خلاف جمیعۃ علماے ہند نے سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔درخواست قبول ہوئی،صوبائی گورنمنٹ کو نوٹس بھی جاری ہوا لیکن تا حال مزید شنوائی نہیں ہوسکی جس کے باعث اہل مدارس سخت آزمائش کا شکار ہیں۔

تالا بندی کیوں؟

اتراکھنڈ سمیت پورے بھارت میں چلنے والے مدرسے دو طرح کے ہیں:

1 مسلمانوں کے زیر انتظام ادارے

2 حکومتی بورڈ سے منظور شدہ ادارے

جن اداروں کا نصاب وانتظام براہ راست مسلمانوں کے کنٹرول میں ہے،انہیں اداروں کو حکومت کی طرف سے اویدھ [अवैध] یعنی غیر قانونی کہا جا رہا ہے،حکومتی بورڈ سے منظور شدہ مدارس کی تعداد 460 جب کہ مسلم منتظمہ مدارس کی تعداد لگ بھگ 500 بتائی جاتی ہے۔یہی پانچ سو مدارس حکومتی جانچ کے دائرے میں ہیں۔حکومت کی جانب سے مذکورہ مدارس کے خلاف درج ذیل الزامات عائد کیے جا رہے ہیں:

طلبہ کا ریکارڈ نہ ہونا

آمدنی کے ذرائع کا پتا نہ ہونا

آمد وخرچ کی تفصیل نہ ملنا

اس کے علاوہ سیاسی نوعیت کے اونے پونے الزامات بھی لگائے جا رہے ہیں،جو حقیقت کم اور سیاسی پروپیگنڈہ زیادہ ہیں۔جن کا بنیادی مقصد خاص اہداف حاصل کرنا ہے۔اس لیے روہنگیا،بنگلہ دیشی ٹائپ الزام بھی اچھالے جا رہے ہیں۔

الزامات کی حقیقت

مدرسوں میں دو طرح کے طلبہ ہوتے ہیں،ایک وہ جو جز وقتی تعلیم حاصل کرتے ہیں،ایسے طلبہ ناظرہ قرآن اور دینیات وار دو وغیرہ سیکھتے ہیں،دوسرے قسم میں وہ طلبہ ہیں جو کل وقتی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔یہ طلبہ حفظ قرآن،قرأت قرآن اور درس نظامی کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

الزام نمبر ایک کی حقیقت

تقریباً سبھی مدارس میں دونوں طرح کے طلبہ کا رجسٹر میں اندراج ہوتا ہے۔شاید باید ہی ایسے ادارے ہوں جہاں طلبہ کا ریکارڈ نہ رکھا جاتا ہو۔گذشتہ کچھ وقتوں سے تسلسل کے ساتھ اہل مدارس سارے طلبہ واساتذہ کا ریکارڈ ایل آئی یو (LIU) کے توسط سے حکومت تک پہنچاتے آرہے ہیں۔اس لیے یہ کہنا کہ مسلم منتظمہ مدارس میں طلبہ کا ریکارڈ نہیں ہوتا،بالکل بے بنیاد الزام ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

*مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

الزام نمبر دو کی حقیقت

مسلم زیر انتظام اداروں کا مالی انحصار مسلمانوں کی امداد اور عوامی چندے پر ہوتا ہے۔ رمضان اور دیگر مواقع پر مسلمانوں کی امداد جمع کی جاتی ہے اور اسی سے سال بھر کے اخراجات پورے کیے جاتے ہیں۔ زکاۃ و امداد کی ادائیگی اور وصولی خالص مذہبی نوعیت کی ہوتی ہے، اس لیے سبھی اداروں میں باضابطہ چندہ دہندگان کی رسیدیں بنائی جاتی ہیں۔ جو امداد مشترکہ طور پر وصول ہوتی ہے اسے بھی اجتماعی چندے کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔ باضابطہ سارے چندے کا حساب لکھا بھی جاتا ہے اور عوام الناس کے سامنے پیش بھی کیا جاتا ہے۔ یہی زکاۃ و امداد مدرسوں کی آمدنی کے بنیادی ذرائع ہیں۔ سالوں سے مدارس انہیں ذرائع آمدنی کے سہارے چل رہے ہیں۔ یہ پہلو اہل مدارس نے کبھی چھپایا نہ آج اسے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ بار ہا مدرسوں کی آمدنی کی تحقیق و تصدیق کی گئی لیکن ذریعہ آمدنی وہی نکلا جسے ہم نے بیان کیا۔ آج بھی حکومت کسی بھی ادارے کا ذریعہ آمدنی چیک کرلے، وہ مسلمانوں کی امداد اور عوامی چندہ ہی نکلے گا۔

الزام نمبر تین کی حقیقت

حساب و کتاب کی تفصیل نہ ملنے کی بابت اتنا کہنا ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ سبھی مدارس میں آمد و خرچ کے آڈٹ کا نظام نہیں ہوتا، مگر تقریباً سبھی اداروں میں اندرونی سطح پر آمد و خرچ کا سارا حساب و کتاب لکھا جاتا ہے۔ حساب و کتاب کے بعد سارا پیسہ بینکوں میں جمع کر دیا جاتا ہے اور ماہ بہ ماہ بینکوں ہی سے رقم نکال کر مدارس کی ضرورتوں پر خرچ کی جاتی ہے اس طرح بغیر آڈٹ ہی سہی indirectly آمد و خرچ کی ساری تفصیل حکومت کے علم میں آہی جاتی ہے۔ آڈٹ سے غفلت بھی کسی چھپاؤ یا خوف کی نہیں بل کہ سماجی مزاج کی بنیاد پر ہے۔ چونکہ ہمارے یہاں ابھی تک کاروباری لائن میں بھی صد فیصد آڈٹ کا مزاج نہیں بن پایا ہے تو اہل مدارس ہی پر الزام کیوں؟ پھر یہ مدارس دیہات اور قصبوں تک پھیلے ہوئے ہیں اور قصبات و دیہات میں آڈٹ کا عمومی مزاج نہیں ہے۔

اس فکر سے کوئی دکان دار اچھوتا ہے نہ کوئی کاروباری! اس لیے آڈٹ کے ذریعے آمد و خرچ کی پوری تفصیل براہ راست بھلے ہی حکومت کو نہیں مل پاتی لیکن بالواسطہ ساری تفصیل حکومت تک پہنچا دی جاتی ہے۔ پھر چونکہ مسلم منتظمہ ادارے عوامی ادارے ہوتے ہیں، جو براہ راست کسی سرکاری محکمہ سے متعلق نہیں ہیں، اس لیے بھی کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں ہے کہ فلاں محکمہ میں سالانہ آمد و خرچ کا حساب جمع کرنا ہے۔ اگر حکومت اس ضمن میں کوئی ضابطہ بناتی ہے تو اہل مدارس کو عمل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہے۔ مدرسے اویدھ کیوں؟ مسلم منتظمہ کے تحت چلنے والے مدرسوں کو حکومت کی جانب سے اویدھ کہہ کر ان کی سماجی حیثیت کو مشکوک اور داغ دار بنایا جا رہا ہے۔ اویدھ کا مطلب غیر قانونی ہوتا ہے، جب کہ مذکورہ مدارس پوری طرح قانونی حق کے تحت قائم ہیں۔ دستور ہند کے بنیادی حقوق کی دفعہ (1)30 کے تحت ہر مذہبی کمیونٹی کو اپنی زبان کے مطابق مذہبی تعلیمی ادارے قائم کرنے کا قانونی حق حاصل ہے۔ جیسا کہ دستور ہند کے بنیادی حقوق کے تحت لکھا ہے:

"All minorities, whether based on religion or language, shall have the right to establish and administer educational institutions of their choice"

(constitution of India page 14)

یعنی تمام اقلیتوں کو، چاہے وہ مذہب کی بنیاد پر ہوں یا زبان کی بنیاد پر، یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کریں اور ان کا انتظام کریں۔

اس دفعہ میں صاف صاف لکھا ہے کہ مذہبی اداروں کا قیام اور انتظام اقلیتوں کا بنیادی حق ہے، مسلم آبادیوں میں جتنے بھی مدارس دینیہ قائم اور منتظم ہیں وہ اسی قانونی حق کی بنیاد پر ہیں۔ اس دستوری تحفظ کے باوجود مذہبی اداروں کو اویدھ کہنا کہاں تک بقیہ ص ١٦ / پر

از: مولانا محمد فہیم جیلانی مصباحی*

تعلیم، صحت اور کفالت ایک روشن مستقبل کی ضمانت

ایک مہذب معاشرہ اپنی تعمیر و ترقی کے لیے جن ستونوں پر انحصار کرتا ہے، ان میں تعلیم اور فلاحِ عامہ کے ادارے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک انسان جب زندگی کی راہوں پر پہلا قدم رکھتا ہے تو اسے سب سے پہلے تعلیم education، تربیت اور صحت کی سہولیات کی ضرورت پڑتی ہے۔ مدارس، اسکول، کالج اور یونیورسٹی علم و شعور کی روشنی پھیلانے والے مراکز ہیں، جبکہ اسپتال جسمانی تندرستی کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔

اسی طرح یتیم خانے اُن بچوں کے لیے اُمید کی کرن بن کر ابھرتے ہیں جو والدین کے سائے سے محروم ہو کر معاشرے کی توجہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ یہ تمام ادارے نہ صرف فرد کی نشو و نما میں اہم کردار ادا کرتے ہیں بلکہ ایک باوقار، مہذب اور ترقی یافتہ قوم کی تشکیل میں بھی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بالفاظ دیگر آپ یہ کہ سکتے ہیں کہ قومیں صرف وسائل سے نہیں، نظریات، نظم و ضبط اور اداروں سے بنتی ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ جن اقوام نے تعلیم، صحت اور فلاح و بہبود کو اہمیت دی، وہی دنیا کی قیادت کرتی رہیں۔ دوسری طرف جو قومیں اس میدان میں پیچھے رہ گئیں، وہ تاریخ کے حاشیوں میں دفن ہو گئیں۔ آج اگر ہم دنیا کی کامیاب قوموں پر نظر ڈالیں، تو ایک نمایاں حقیقت سامنے آتی ہے: ان کے پاس مضبوط، خودمختار اور بااعتماد ادارے موجود ہیں، جن میں کالجز، اسپتال، لائبریریاں، یتیم خانے اور تحقیقی مراکز شامل ہیں۔

ادارے! قوم کی ریڑھ کی ہڈی

یورپ، امریکہ، جاپان، چین یا دیگر ترقی یافتہ ممالک کی مثال لیں، تو ہمیں نظر آتا ہے کہ: ان کے تعلیمی ادارے (اسکول، کالج، یونیورسٹیاں) تحقیق، تخلیق اور رہنمائی کے مراکز ہیں۔ ان کے اسپتال ہر فرد کو صحت کی بنیادی سہولیات مہیا کرتے ہیں، چاہے وہ غریب ہو یا امیر۔ ان کے یتیم خانے صرف پناہ گاہیں نہیں، بلکہ تربیت گاہیں ہیں، جہاں یتیم بچے معاشرے کا باعزت حصہ بنتے ہیں۔ ان کی لائبریریاں علم و دانش کے خزانے ہیں، جو ہر شہری کے لیے کھلے ہوتے ہیں۔ یہی ادارے وہ بنیاد فراہم کرتے ہیں جن پر افراد ترقی کرتے ہیں اور افراد جب ترقی کرتے ہیں تو قومیں بنتی ہیں۔

امتِ مسلمہ کی موجودہ صورتِ حال

المیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس آج دولت ہے، افراد ہیں، صلاحیتیں بھی موجود ہیں، لیکن ادارے نہیں ہیں، ہم فضول خرچی، نمائشی تقاریب، مہنگی شادیوں اور غیر ضروری تعیّشات پر لاکھوں خرچ کر دیتے ہیں، لیکن اپنی بچیوں کے لیے ایک محفوظ اسکول نہیں بناتے۔ غریب مسلمان علاج کی سہولت نہ ملنے کے باعث سسک سسک کر مر جاتا ہے، لیکن اسپتال بنانے کا شعور نہیں۔ ہزاروں یتیم بچے گلیوں میں بھٹکتے ہیں، لیکن ہم یتیم خانوں کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ ہماری لائبریریاں بند ہو چکی ہیں اور نوجوان وقت کا زیادہ تر حصہ فضول مشاغل میں برباد کر رہے ہیں۔

دوسری قوموں کا ادارہ جاتی شعور

دوسری قومیں جب اسکول بناتی ہیں تو وہ صرف عمارتیں نہیں ہوتیں، بلکہ نظریہ بناتی ہیں۔ وہ اسپتال (hospital) بناتے ہیں، تاکہ ہر شہری کو صحت کا حق ملے، وہ یتیم خانہ بناتے ہیں، تاکہ یتیم بچے جرم، غربت اور ذلت سے بچ سکیں، وہ لائبریریاں بناتے ہیں، تاکہ ان کی نسلیں کتاب دوست ہوں، سوچنے والی ہوں، نئی نئی چیزوں کو ایجاد کرنے والی ہو، اسی شعور اور ادارہ جاتی ذمہ داری نے انہیں دنیا کی قیادت دی۔ ان کا ہر ادارہ ان کے قومی وجود کا

اسلامیات

*مضمون نگار معصوم پور، مراد آباد کے متوطن ہیں۔

اسلامیات

محافظ ہے، جب کہ ہمارا اجتماعی نظام بکھرا ہوا ہے۔

دینی نقطۂ نظر

اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ علم حاصل کرنا فرض ہے، تعلیم انسان کو انسان بناتی ہے، اور تعلیم ہی وہ زینہ ہے جس سے فرد اور قوم ترقی کی بلندیاں چھوتے ہیں۔ اسلام کی بنیاد ہی علم پر رکھی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی پہلی وحی کا پہلا لفظ "اقْرَأْ۔ یعنی پڑھ" ہے۔

یہ اس بات کا واضح اعلان ہے کہ اسلام میں علم حاصل کرنا صرف فضیلت نہیں، بلکہ فرض ہے، آج کے دور میں مدارس، اسکول، کالجز اور یونیورسٹیز وہ ادارے ہیں جہاں بچے، نوجوان اور بالغ افراد علم و ہنر سیکھتے ہیں، دنیا و دین کی راہ پاتے ہیں اور معاشرے کا مفید فرد بنتے ہیں۔ ان اداروں کی اہمیت کو قرآن و حدیث سے اجاگر کرنا، ہمارے تعلیمی رویے کو اسلامی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

قرآن مجید میں علم کی اہمیت

''اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔'' (سورۃ العلق:1)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی پہلی دعوت ''پڑھنے'' سے شروع ہوئی۔

''قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ اے محبوب! آپ فرما دیجیے: کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔'' (سورۃ الزمر:9)

علم والے افراد کو قرآن نے ممتاز اور اعلیٰ قرار دیا:

''يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔ اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا، اللہ تعالیٰ خود اہلِ علم کو درجات میں بلندی دیتا ہے۔'' (سورۃ المجادلہ:11)

احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تعلیم کی ترغیب

''طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔'' (سنن ابن ماجہ:224)

''مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الجنَّةِ۔ جو شخص علم کے راستے پر چلتا ہے، اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم:2699)

علم کے حصول کا ہر راستہ دراصل جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں سے فدیہ کے بدلے تعلیم دینے کا معاہدہ کیا، یعنی تعلیم کی اہمیت قیدیوں کی رہائی سے بڑھ کر سمجھی گئی۔

اسلامی تاریخ میں تعلیم اور ادارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی کو مرکزِ تعلیم بنایا، خلفائے راشدین کے دور میں مکتب، مدرسے اور علمی حلقے وجود میں آئے، بنو امیہ و بنو عباس کے دور میں جامعات، لائبریریاں، دار الحکمت اور تحقیقاتی مراکز قائم کیے گئے۔ اندلس (اسپین) میں قرطبہ کی یونیورسٹی دنیا کی بہترین یونیورسٹی تھی جہاں مسلمان و غیر مسلم طلبہ پڑھتے تھے۔ یتیم یعنی معاشرے کے کمزور، محروم، نادار اور بے سہارا طبقات کا مقام سب سے زیادہ اہم اور حساس ہے۔ ایک ایسا بچہ جس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ چکا ہو، جو محبت، رہنمائی اور حفاظت سے محروم ہو گیا ہو، اسلام نے ہمیں اس کے سر پر دست شفقت رکھنے کی تعلیم دی ہے۔

آج کے دور میں جب معاشرتی نظام خود غرضی اور مادہ پرستی کی دلدل میں پھنس چکا ہے، ایسے میں یتیم خانے انسانیت کے درد اور اسلامی تعلیمات پر عمل کا بہترین ذریعہ ہیں۔ لیکن صرف ادارے بنانا کافی نہیں، بلکہ ان کے انتظام، معیار، اخلاقی تربیت اور اخلاص کے ساتھ خدمت کرنا ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے۔

قرآن و حدیث میں یتیموں کا مقام

''فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ۔ پس یتیم پر دباؤ نہ ڈالو۔'' (سورۃ الضحیٰ:9)

''وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ۔ اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے۔'' (سورۃ البقرہ:220)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أنا وكافل اليتيم في الجنة كهاتين۔ میں اور یتیم کی

کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں۔'' (صحیح بخاری)

اسی طرح شفا خانے قائم کرنا، مریضوں کا علاج کرنا اور بیماریوں سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنا نہ صرف جائز بلکہ باعثِ اجر اور سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ قرآنِ مجید نے بیماری اور شفا کا تصور واضح انداز میں پیش کیا ہے:

''وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ (اللہ) ہی مجھے شفا دیتا ہے۔'' (الشفاء: سورہ الشعراء، 80)

یہ آیت بتاتی ہے کہ شفا اللہ کے اختیار میں ہے، لیکن اسباب اختیار کرنا سنت ہے۔ شفا خانے انہی اسباب میں سے ایک ہیں۔ مزید فرمایا:

''وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو'' (البقرہ:195)

یعنی بیماری کا علاج نہ کروانا یا طبی سہولتوں کو نظر انداز کرنا دین کی روح کے خلاف ہے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں

رسول اللہ ﷺ نے بیماری، علاج اور طبی خدمات سے متعلق کئی واضح اور جامع احادیث ارشاد فرمائیں:

''تَدَاوَوْا عِبَادَ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً۔ اللہ کے بندو! علاج کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہیں اتاری، جس کا علاج نہ نازل فرمایا ہو۔''

(سنن ترمذی، حدیث:2038)

''مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے ساتھ اس کا علاج بھی نازل کیا ہے، کچھ لوگ اسے جانتے ہیں اور کچھ نہیں۔'' (صحیح بخاری ومسلم)

یہ احادیث نہ صرف علاج کی ترغیب دیتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے دور میں شفا خانہ

رسول اللہ ﷺ نے خود میدانِ جنگ میں خواتین صحابیات کو طبی خدمات کے لیے مقرر فرمایا، جن میں حضرت رفیدہ، حضرت ام عطیہ اور دیگر شامل تھیں، حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا مدینہ کی پہلی خاتون تھیں جنہوں نے مسجد نبوی کے قریب خیمہ لگا کر مجروح صحابہ کا علاج کیا، آپ ﷺ نے ان کے خیمے کو منظوری دی، جو اسلامی تاریخ کا پہلا باقاعدہ شفا خانہ (فیلڈ ہسپتال) تھا۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام میں طبی خدمت، شفا خانے اور صحت عامہ کے اصول ایک منظم دینی شعور کا حصہ ہیں۔ غریبوں کے لیے فری یا کم خرچ اسپتال قائم کرنا۔ شہروں کے ساتھ ساتھ دیہی علاقوں میں بھی طبی سہولیات مہیا کرنا۔

خواتین کے لیے الگ وارڈز، لیڈی ڈاکٹرز، زچہ بچہ سنٹرز قائم کریں صدقہ جاریہ کے طور پر دوائیں، آلات، ایمبولینسیں (ambulance) مہیا کرنا، یاد رکھیں کہ یہ وہ باتیں کہ جن کے ذریعہ کسی جان بچانے میں مدد کی جاسکتی ہے اور جس نے ایک جان کو بچایا، گویا اس نے پوری انسانیت کو بچایا جیسا کہ قرآن مجید میں فرمان عالیشان مرقوم ہے:

''مَنْ أَحْيَا نَفْسًا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا۔

(سورۃ المائدہ:32)

عملی تجاویز

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی ترجیحات کو درست کریں۔ بجائے فضول خرچی کے، ہم اپنے محلّے، گاؤں، یا شہر میں ایک اسکول، ایک اسپتال، ایک لائبریری، یا ایک یتیم خانہ قائم کریں، علما، تاجر، نوجوان، اساتذہ اور والدین سب مل کر ایسا نظام بنائیں جو خود کفیل اور با اعتماد ہو۔ دین اور دنیا کے امتزاج سے ایسا متوازن تعلیمی نظام بنایا جائے جو ایمان و کردار کے ساتھ صلاحیت بھی بخشے، بااثر اور صاحب حیثیت افراد کو چاہیے کہ وہ اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات کو منظم طریقے سے ان اداروں کی بنیاد رکھنے اور چلانے پر خرچ کریں۔

اس کے لیے قابل اعتماد کمیٹیاں اور نگرانی کے نظام قائم کیے جائیں تاکہ شفافیت برقرار رہے، کیونکہ اسلامی تاریخ میں بیت المال، دار الشفاء، دار العلوم، دار الکتب (لائبریری) جیسے ادارے زندہ مثالیں ہیں جن سے ساری دنیا نے سیکھا۔ جیسا کہ خلافت

راشدہ اور بعد کے اسلامی ادوار میں تعلیم وصحت پر خاص توجہ دی گئی، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بیت المال سے نہ صرف یتیموں اور مسکینوں کی کفالت کی جاتی تھی بلکہ تعلیمی ادارے، مسافر خانے اور شفا خانے بھی قائم کیے گئے تھے، بغداد کی ''بیت الحکمہ'' اور قرطبہ کی یونیورسٹیاں مسلمانوں کی علمی عظمت کی روشن مثالیں ہیں، ہمیں اسی روش کو برقرار رکھنا ہوگا۔ ◆◆◆

ص ۱۹ رکا بقیہ ....

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ ٭ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچا اور امانت دار تاجر بروز حشر انبیا، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا'' (جامع الترمذی الحدیث:1209)

اس سے معلوم ہوا کہ تجارت اگر سچائی اور امانت کے معیار کے مطابق کی جائے تو یہ اخروی عمل بن جائے گی، اس کے برعکس بے ایمانی اور جھوٹ کا سہارا لیا جائے تو ایسے تاجر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، اس لیے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلامی احکام پر عمل کرنے سے ہمارا سارا کاروبار معاذ اللہ ٹھپ ہو جائے گا، ہم معاشی اعتبار سے بہت پیچھے رہ جائیں گے، وغیرہ وغیرہ! وہ در اصل اسلامی تعلیمات سے ناآشنا ہیں۔

الحاصل: یاد رہے کہ جب تک کسی معاشرہ کے معاشی اور مالی معاملات مناسب اصول وضوابط کے پابند نہ ہوں، اُس وقت تک اس معاشرہ کی منصفانہ تشکیل ممکن نہیں ہو سکتی، لہٰذا اگر ہم تجارت کے ذریعہ معاشرہ کی معیشت کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں تو ان جامع اصولوں کی پیروی کرنا پڑے گی جن کا شریعت اسلامیہ تقاضہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں تجارت کی سوجھ بوجھ کی توفیق بخشے، آمین بجاہ سید المرسلین وخاتم النبیین ﷺ ◆◆◆

ص ۵۱ رکا بقیہ ....

میں وسعت ہو اور امام پھر بھی تنگ حال ہو، تو یہ کمیٹی کی شرعی غفلت اور اجتماعی گناہ ہے۔

3 کمیٹی کے افراد قیامت کے دن اس سوال کے کٹھرے میں کھڑے ہوں گے: کیا تم نے دین کے خادم کو بھوکا رہنے دیا؟

آج کا المیہ

دنیا بھر میں ہزاروں امام حضرات انتہائی قلیل تنخواہ پر گزر بسر کر رہے ہیں، انہیں نہ سوشل سیکیورٹی حاصل ہے، نہ میڈیکل سہولت، نہ ان کے بچوں کی تعلیم کا انتظام! بہت سے علما وائمہ قرض میں ڈوبے ہوتے ہیں، لیکن صبر کر کے خودکشی جیسے حرام فعل سے بچتے ہیں۔ لیکن جب حالات حد سے گزر جائیں، تو کمزور انسان ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال کرنے کا وقت

مسجد کی سیلنگ، اے سی اور لائٹنگ پر لاکھوں خرچ ہو سکتے ہیں، لیکن امام کی تنخواہ 5 ہزار؟ کیا دین کے خادم کی اتنی بھی قدر نہیں کہ وہ عزت کے ساتھ روٹی کھا سکے؟

ہماری ذمہ داری

1 امام کی معقول تنخواہ مقرر کریں (کم از کم 20-15 ہزار یا مقامی معیار کے مطابق)

2 بیماری، شادی، کرائے یا تعلیم میں معاونت کریں۔

3 اگر مسجد کی آمدنی کم ہو تو علاقے کے اہل خیر حضرات سے امام کا ماہانہ وظیفہ طے کرائیں۔

4 ہر سال جائزہ لیں کہ امام کی ضروریات پوری ہو رہی ہیں یا نہیں۔

عوام کے لیے پیغام

اگر امام کی خدمت میں کمیٹی کوتاہی کرے، تو آپ خاموش نہ رہیں، بلکہ آواز بلند کریں، سوال کریں اور انصاف کا مطالبہ کریں۔ یہ مسجدیں خوبصورت عمارتوں سے نہیں، بلکہ نیک اماموں سے آباد رہتی ہیں۔

آخر میں

مولانا شاہنواز انصاری کی موت ہمیں جھنجھوڑتی ہے: کیا ہم واقعی دین کے خادموں کی عزت کرتے ہیں؟ اگر نہیں، تو یاد رکھیں! مسجد کمیٹی کے ساتھ ساتھ ہماری خاموشی بھی اس جرم میں شریک ہے۔

◆◆◆

از: علامہ سید اولاد رسول قدسیؔ*

والدین کی خدمت کا صلہ

ایک بار تین اشخاص نے طلبِ معاش کی خاطر رخت سفر باندھا۔ اثنائے سفر اس قدر موسلا دھار بارش ہوئی کہ راستہ چلنا دشوار سے دشوار تر ہوگیا۔ سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ جلد از جلد کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں فوری طور پر پناہ لے لی جائے۔ ابھی وہ اسی کش مکش میں تھے کہ ناگہاں انھیں ایک غار نظر آیا۔ بڑی تیزی کے ساتھ چل کر وہ تینوں اس غار میں پناہ گزیں ہوگئے۔ ابھی کچھ ہی لمحات گزرے تھے کہ یک بیک ایک بڑی سی چٹان لڑھک کر غار کے منہ پر رک گئی۔ نتیجتاً غار کا منہ بالکلیہ بند ہوگیا، چاروں طرف تاریکیاں ہی تاریکیاں چھا گئیں۔ انتہائی خوف و ہراس کا عالم متصادم ہوگیا۔ تینوں بے حد ہراساں و پریشاں اس بلائے ناگہانی سے نجات پانے کی ترکیب سوچنے لگے۔ بالآخر تینوں اشخاص نے یہ فیصلہ کیا کہ اس مصیبت سے رستگاری صرف اور صرف قادرِ مطلق ہی دے سکتا ہے۔ ہو نہ ہو یہ ہمارے گناہوں کی سزا ہے۔

لٰہذا ایسا کیوں نہ کریں کہ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے ذہن پر زور ڈالے اور اپنے ماضی کا تجزیہ کرے اور یاد کرنے کی کوشش کرے کہ اس کی زندگی میں کون سا عمل سب سے اچھا ہے۔ جس عمل کو للّٰہیت کے ساتھ محض رب کی رضا جوئی کی خاطر کیا ہو اس عمل کا واسطہ دے کر ہم میں سے ہر ایک ربِ قدیر کی بارگاہِ بے نیاز میں بطریقِ الحاح استغاثہ والتجا کرے تو امید واثق ہے کہ خالقِ کائنات ہمیں اس حسنِ عمل کے صدقے اس کرب و اضطراب سے رہائی عطا فرمائے گا۔

یکا یک تینوں اشخاص سوچوں کے بحرِ ذخّار میں غوطہ زن ہوگئے اور اپنے اعمال کے محاسبہ میں مستغرق ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک شخص نے اپنی زندگی کا ایک انتہائی عبرت ناک اور سبق آموز واقعہ بیان کیا کہ میرے والدین کریمین ضعیف العمر تھے۔ میں ان کی خدمت کو اوّلین فرض سمجھتا تھا۔ میری انتھک کوشش یہ ہوتی تھی کہ حاشا وکلّا کبھی بھی ان کی خدمت میں مجھ سے ذرہ برابر بھی کوتاہی نہ ہو۔ میرا معمول تھا کہ روزانہ شام کو جب میں تھکا ہارا کسبِ معاش سے فارغ ہوکر لوٹتا تو سب سے پہلے حتیٰ کہ اپنے بچوں سے بھی پہلے اپنے والدین کی بارگاہ میں دودھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا۔ میرے والدین بڑے شوق اور چاؤ سے دودھ نوش فرماتے اور مجھ پر دعاؤں کی موسلا دھار بارش فرماتے۔ مجھے ان کے دعائیہ کلمات سے کس قدر مسرت و شادمانی حاصل ہوتی تھی میرے اندر تاب و تواں نہیں کہ میں انھیں الفاظ کے پیکر میں ڈھال سکوں۔ سچ تو یہ تھا کہ مجھے اس عظیم خدمت سے اس قدر تسکین و طمانیت کی دولت فراہم ہوتی تھی کہ میں دن بھر کی زہرہ گداز تکان کو یکسر بھول جاتا اور پھر میں شب بھر بے حد اطمینان و سکون کی نیند کی راحت بخش آغوش میں چلا جاتا۔

مگر ایک بار ایک عجیب وغریب دل دوز اور روح فرسا سانحہ پیش آ گیا۔ ہوا یوں کہ ایک رات مجھے گھر لوٹنے میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ چاروں طرف سناٹوں کا پہرہ بیٹھا ہوا تھا۔ گھر پہنچتے ہی حسبِ معمول جب میں دودھ کا پیالہ لے کر اپنے مشفق والدین کی بارگاہ میں پہنچا تو یہ دیکھ کر میرے ہوش وحواس اڑ گئے، میرے اوسان خطا ہوگئے، میرے پاؤں سے زمین کھسک گئی کہ دونوں نیند کی آغوش میں جا چکے تھے۔ میں انتہائی کشمکش اور گومگو کی کیفیت سے دوچار تھا۔ سوچ نہیں پا رہا تھا کہ کروں تو کیا کروں۔ اگر میں واپس اپنے بستر پہ چلا جاتا ہوں اور مجھ پر نیند غالب آ گئی اور اسی اثنا میں

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

والدین کریمین کی آنکھیں کھل گئیں تو پھر کیا ہوگا۔ میں اس وقت انتہائی کرب واضطراب کے عالم میں تھا۔ میرا دماغ تفکرات کی آگ میں جھلستا جارہا تھا۔ معاً میرے ضمیر سے آواز آئی خواہ کچھ بھی ہوجائے مجھے اپنی نیند کی پرواہ کیے بغیر اپنے والدین کے سرہانے یوں ہی بدستور کھڑے رہ کر اس وقت تک انتظار کرنا ہے جب تک کہ ان کی آنکھیں نہ کھل جائیں، جوں ہی وہ بیدار ہوں گے میں ان کی خدمت میں دودھ پیش کر کے سرخروئی سے ہمکنار ہوجاؤں گا۔

میں ان کی بیداری کے انتظار میں اپنے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ لیے پوری رات ان کے سرہانے کھڑا رہا اور وہ محوِ استراحت رہے۔ یہاں تک کہ صبح کا سپیدہ نمودار ہوگیا نہ وہ بیدار ہوئے اور نہ میں یہ خدمت انجام دے سکا۔

یہ واقعہ بیان کر کے جوں ہی اس شخص نے ربِّ لم یزل کی بارگاہ میں دعا کی یا الٰہ العالمین! یہ میں نے صرف اور صرف تیری رضا جوئی کے لیے کیا۔ تو اپنے فضل وکرم سے یہ چٹان ہم سے ہٹا دے تاکہ ہم بآسانی اس مصیبتِ ناگہانی سے باہر نکل سکیں۔ اسی طرح دیگر حضرات نے بھی اپنے حسنِ عمل کے صدقے خداوند قدوس کی بارگاہ میں التجائیں کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ربِّ قدیر کے فضل وکرم سے چٹان مکمل طور پر ہٹ گئی اور وہ تینوں اشخاص رب العالمین کا شکر ادا کرتے ہوئے غار سے باہر نکل آئے۔

شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہو جو ربِّ کائنات کی بارگاہ سے پروانۂ مغفرت ونجات کے حصول کا تمنائی نہ ہو۔ اور پھر یہ کہ ہمارا رب ایسا غفور ورحیم اور رحمان وتوّاب ہے کہ وہ بڑے سے بڑے گناہگاروں کو معاف فرمادیتا ہے۔ اس سلسلے میں سنن ابن ماجہ کے اندر بڑی پیاری حدیث یوں مذکور ہے کہ رسولِ گرامی قدر ﷺ نے اپنے گناہگار امتیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے گناہگار امتیو! اگر تمھارے گناہ آسمان کے برابر بھی ہوں تو تم اپنے گناہوں پر نادم ہوکر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں خالص توبہ کرو وہ تمھاری توبہ قبول فرما کر تمھارے سارے گناہوں کو مٹادے گا۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ اپنی کتابِ مستطاب احیاء العلوم میں انتہائی مہتم بالشان اور باعثِ سکون واطمینان سورۂ طٰہٰ کی آیت (ترجمہ) جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے میں اسے بخشنے والا ہوں، سے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی حدیث یوں نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت مقدسہ مخلوق کی پیدائش سے چار ہزار سال قبل عرش کے چاروں طرف تحریر کردی گئی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ ربِّ کائنات کے بے پایاں فضل وکرم کا شکر ادا کیا ہی نہیں جاسکتا کیوں کہ وہ اپنے بندوں پر ایسا مہربان ہے کہ اس نے دمِ نزع تک بندوں کے لیے بابِ توبہ وا رکھا ہے۔ چناں چہ اسی احیاء العلوم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد یوں مرقوم ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں کھولے بھی جاتے ہیں اور بند بھی کیے جاتے ہیں مگر بابِ توبہ کبھی بند نہیں ہوا۔

اس موضوع پہ پھر کبھی آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں گفتگو کی جائے گی۔ دراصل کہنے کا مدعا یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنے والدین کی نافرمانیوں کے مرتکب ہیں ذرا سوچیں اور ہوش کے ناخن لیں کہ وہ بڑی راتیں جن میں ربِّ کائنات کی جانب سے غروبِ آفتاب کے بعد سے صبحِ صادق تک عام بخشش کا اعلان کیا جاتا ہے مگر حیف صد حیف ان مقدس راتوں میں والدین کے نافرمانوں کو بخشا نہیں جاتا۔ جیسا کہ اس سلسلے میں بیہقی شریف میں بڑی تفصیل کے ساتھ پندرہویں شبِ شعبان سے متعلق حدیث مذکور ہے کہ سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا کہ پندرہویں شبِ شعبان کو جناب جبریل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور یہ مژدۂ جانفزا سنایا کہ آج کی رات خداوندِ قدوس جہاں بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر اپنے گناہگار بندوں کو بخشش کا تمغہ عطا کرتا ہے وہیں یہ پردرد بات بھی بتائی کہ اس مقدس ومتبرک اور بارحمت رات میں والدین کے نافرمان بندے بخشش سے یکسر محروم رہتے ہیں۔

والدین اللہ تبارک وتعالیٰ کی بلاشبہ ایک نعمتِ غیر مترقبہ

ہیں۔ ان کا احترام کرنا اور خصوصی طور پر جب بڑھاپے کو پہنچ جائیں یا جب ان کو ہماری ضرورت پیش آئے تو ان پر صلہ رحمی کرنا اور ان کی ہر ممکن خدمت بجالانا اولاد کا اولین فریضہ ہے۔

والدین پر ظلم کرنے والی یا ان کی نافرمانی کرنے والی اولاد کو سمجھنا چاہیے کہ ہمارے اسلام کی یہ منفرد شان ہے کہ والدین، اعزہ واقربا اور دیگر مسلمانوں پر صلہ رحمی کرنے پر جہاں ہمیں بے پناہ اجر ملتا ہے وہیں جانوروں پر شفقت ورحم کرنے پر بھی ثواب عطا کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے رسولِ گرامی قدر ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا جانوروں پر شفقت کرنے سے بھی ہمیں ثواب ملتا ہے تو اس سوال پر آپ نے نہ صرف یہ کہ اثبات میں جواب مرحمت فرمایا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ہر ذی روح پر شفقت کا اجر ملتا ہے۔

جانوروں پر شفقت کے تناظر میں مسند احمد بن حنبل کی تیسری جلد میں مندرج اختصاراً واقعے کے اجالے میں حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

سرورِ عالم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا کہ ایک شخص سفر کر رہا تھا۔ دورانِ سفر اسے شدت کی پیاس محسوس ہوئی۔ تشنگی رفع کرنے کے لیے وہ پانی کی تلاش میں سرگرداں تھا کہ یکا یک اس کی نگاہ ایک کنویں پر پڑی۔ بڑی برق رفتاری کے ساتھ وہ کنویں کے پاس پہنچا اور اس سے پانی نکال کر اپنی پیاس بجھائی۔ جب وہ سیراب ہوکر چلا تو اثناء راہ اس نے ایک کتّے کو دیکھا جو زبانِ حال سے اپنی پیاس کا اظہار کر رہا تھا۔ جب مسافر شخص نے یہ منظر دیکھا تو اسے یہ سمجھتے دیر نہ لگی کہ کتّے کو پانی کی سخت طلب ہے۔ اس کے دل میں کتّے کے لیے جذبۂ رحم وشفقت پیدا ہوا اور وہ بڑی تیزی کے ساتھ کنویں کی طرف لوٹا اور اپنے منہ میں پانی لا کر کتّے کی پیاس بجھائی۔ اتنا بتانے کے بعد سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ خداوندِ قدوس کو اس مسافر کا یہ عمل اس قدر پسند آیا کہ اس کے سارے گناہوں کو ربِّ قدیر نے اپنے رحم وکرم سے معاف فرمادیا۔

دوسری حدیث میں اسی قسم کا واقعہ ایک فاجرہ عورت سے متعلق مذکور ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک فاجرہ عورت راستے میں جا رہی تھی سر راہ اس نے ایک کتّے کو پیاس کی حالت میں دیکھا تو وہ تڑپ اٹھی اور بڑی تیزی کے ساتھ ایک کنویں کے پاس پہنچی۔ کیا دیکھا کہ کنویں میں پانی تو تھا لیکن وہاں نہ کوئی ڈول تھا اور نہ کوئی رسّی تھی۔ وہ عورت یہ سوچ کر بے حد پریشان ہو رہی تھی کہ آخر کنویں سے پانی کیسے نکالا جائے۔ وہ چاہتی تھی کہ جلد سے جلد پانی لے کر کتّے کی پیاس بجھا دے مگر کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ معاً اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی کہ کیوں نہ دوپٹّے سے رسّی کا اور موزے سے ڈول کا کام لیا جائے۔ اس نے فوراً اپنے پاؤں سے موزہ اور گلے سے دوپٹّہ نکالا اور موزے کو دوپٹّے سے باندھ کر کنویں میں ڈالا۔ جتنا پانی موزے میں آیا اس پانی سے اس نے کتّے کو پانی پلا کر اس کی سیرابی کا باعث بنی۔ حضور پرنور ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام کو یہ واقعہ بتا کر فرمایا کہ ایک کتّے کی پیاس بجھانے کی پاداش میں ربِّ قدیر نے اس کے سارے گناہ بخش دیے۔

صلہ رحمی اور ہمدردی ومہربانی سے متعلق صحیح المسلم میں مرقوم حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث پاک انتہائی رغبت خیز ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ رفیق ہے اور رفق کو پسند فرماتا ہے یعنی خداوندِ قدوس مہربان ہے اور مہربانی کو پسند فرماتا ہے۔

کنز العمال کی تیسری جلد کے اندر رسولِ مکرم ﷺ نے جہاں یہ ارشاد فرمایا کہ رحم کرنے والا مستحق جنت ہوگا وہیں آپ نے رحم کرنے سے متعلق یہ وضاحت فرمائی کہ انسان خود پر رحم کرے اور اوروں پر بھی۔ خود پر رحم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اخلاص وللٰہیت کے ساتھ خالقِ کائنات کی عبادت کرے، اپنے آپ کو گناہوں کی تلویث سے یکسر مبرہ ومنزہ رکھے، اپنی ذات کو عذابِ الٰہی سے محفوظ رکھنے کی ہر ممکن سعی پیہم کرتا رہے اور دوسروں پر رحم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو نہ وہ خود

کسی قسم کی اذیت پہنچائے، کسی مسلمان کی اذیت کا باعث نہ بنے اور نہ کسی مسلمان کو اذیت پہنچانے میں کسی قسم کا تعاون کرے۔

صحیح البخاری کی بڑی مشہور حدیث ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ و مامون ہو۔ وہ حضرات جو بڑی بے خوفی کے ساتھ اپنے ہی مسلمان بھائی پر ظلم و استبداد کے پہاڑ توڑتے چلے جاتے ہیں انھیں ہوش کے ناخن لینا چاہیے کیوں کہ ایسے ظالم کو اس وقت تک اللہ تبارک وتعالیٰ معاف نہ فرمائے گا جب تک اسے مظلوم مسلمان معاف نہ کر دے۔ ایسا اس لیے ہے کہ اس کا تعلق تلفیِ حقوق العباد سے ہے اور رب نے ایسا ہی وعدہ فرمایا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ وعدہ خلافی نہیں فرماتا۔

صلہ رحمی کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے کیا جاسکتا ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے انسان تو انسان ہے حتیٰ کہ جانوروں پر بھی نہ صرف یہ کہ رحم کرنے کی تلقین فرمائی بلکہ تاکیداً وتنبیہاً یہ بھی فرمایا کہ جانوروں سے طاقت سے بڑھ کر نہیں بلکہ طاقت کے مطابق کام لے۔ اس سلسلے میں ابوداؤد شریف میں مذکور حدیث بطورِ استشہاد پیش کی جاسکتی ہے جو انتہائی اہم اور عبرت ناک ہے۔

چناں چہ ایک مرتبہ سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے ایک انصاری صحابی کے باغ کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے دیکھا کہ باغ کے ایک گوشے میں ایک اونٹ بآوازِ بلند چیخ و پکار کر رہا تھا لیکن جوں ہی اس کی نظر رحمتِ عالم ﷺ کے روئے انور پر پڑی وہ بچے کی طرح بلبلانے لگا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات ٹپکنے لگے۔ یہ منظر ملاحظہ فرماتے ہی آپ نے اس اونٹ کے سر پر دستِ رحمت رکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ جملہ حاضرین نے دیکھا کہ اونٹ جو بڑے زور سے چلائے جا رہا تھا لیکن سرکار ابد قرار ﷺ کے دستِ شفقت پھیرتے ہی فوراً چپ ہو گیا۔ حاضرین یہ منظر دیکھ کر متحیر تھے اور ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے کہ آخر بات کیا ہے۔ یکا یک اونٹ کے خاموش ہونے کا راز کیا ہے۔

شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہو جو ربِّ کائنات کی بارگاہ سے پروانۂ مغفرت و نجات کے حصول کا تمنائی نہ ہو۔ اور پھر یہ کہ ہمارا رب ایسا غفور و رحیم اور رحمان و توّاب ہے کہ وہ بڑے سے بڑے گناہگاروں کو معاف فرما دیتا ہے۔ اس سلسلے میں سنن ابن ماجہ کے اندر بڑی پیاری حدیث یوں مذکور ہے کہ رسولِ گرامی قدر ﷺ نے اپنے گناہگار امتیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے گناہگار امتیو! اگر تمھارے گناہ آسمان کے برابر بھی ہوں تو تم اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں خالص توبہ کرو وہ تمھاری توبہ قبول فرما کر تمھارے سارے گناہوں کو مٹا دے گا۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ اپنی کتابِ مستطاب احیاء العلوم انتہائی مہتم بالشان اور باعثِ سکون و اطمینان سورۂ طٰحہ کی آیت (ترجمہ) جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے میں اسے بخشنے والا ہوں، سے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی حدیث یوں نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت مقدسہ مخلوق کی پیدائش سے چار ہزار سال قبل عرش کے چاروں طرف تحریر کر دی گئی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ ربِّ کائنات کے بے پایاں فضل و کرم کا شکر ادا کیا ہی نہیں جاسکتا کیوں کہ وہ اپنے بندوں پر ایسا مہربان ہے کہ اس نے دمِ نزع تک بندوں کے لیے بابِ توبہ وا رکھا ہے۔

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جاسکے۔

8755096981 پر ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔

از: محمد اشفاق عالم امجدی*

نکاح! نسل انسانی کے صلاح وفلاح کا ضامن

ربّ متعال خالق ارض وسما نے جب حضرتِ انسان کے جدِ اوّل حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مسجودِ ملائکہ بنایا، تو ان کی تنہائی کو رفع فرمانے اور نوعِ بشر کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے حضرت حوّا علیہا السلام کو ان کا قرینِ حیات بنا کر یہ آسمانی منشور صادر فرما دیا کہ انسانی معاشرے کی بقا، تہذیبی ارتقا اور تمدنی استحکام کا حقیقی محور نکاح جیسا پاکیزہ، بابرکت اور ربانی نظام ہے۔

نکاح درحقیقت فقط حیوانی جبلّت کی تسکین یا نفسانی خواہشات کی تکمیل نہیں بلکہ یہ ایک الٰہی معاہدہ، نورانی میثاق اور ربانی حکمتوں سے معمور ایسا مقدّس بندھن ہے، جو انسان کو عفّت، طہارت، قلبی سکون اور سماجی وقار عطا کرتا ہے، اسی عہدِ مقدّس سے نسلِ انسانی کا ارتقائی سفر شروع ہوا، خاندانی نظام کی بنیاد پڑی اور حیاتِ انسانی کو روحانی رفعت، اخلاقی تحفظ اور تمدنی توازن میسر آیا۔

نکاح: فطرت کی آواز

انسان ایک سماجی مخلوق ہے، اسے اطمینانِ قلب، محبت، انسیت، قربت اور سہارا درکار ہوتا ہے۔ یہ تمام جذبات صرف نکاح کے مقدس رشتے میں ہی مکمل طور پر پروان چڑھ سکتے ہیں، اگر انسانی فطرت کو نکاح سے محروم رکھا جائے، تو یہی جذبات بے راہ روی، جنسی انارکی اور اخلاقی انحطاط کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، اللہ ربّ العزت نے نکاح کو نہ صرف حلال و پاکیزہ ذریعۂ تسکین بنایا بلکہ اسے ذریعۂ عبادت بھی قرار دیا۔

نکاح: ایمان کی تکمیل

نکاح دین اسلام میں نہایت اہم مقام رکھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔ یعنی نکاح میری سنت ہے، اور جو میری سنت سے منہ موڑے، وہ مجھ سے نہیں۔"

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

"مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الإِيمانِ۔ یعنی جس نے نکاح کیا، اس نے اپنا آدھا ایمان مکمل کر لیا۔"

اور فرمایا:

"مَنْ تَرَكَ التَّزْوِيجَ مَخافَةَ الْعَيْلَةِ، فَلَيْسَ مِنَّا۔ یعنی جو کوئی تنگ دستی کے خوف سے نکاح کو ترک کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لا يَتِمّ نُسكُ النَّاسِكِ حتّى يَتَزَوّجَ۔ یعنی عابد کی عبادت اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ نکاح نہ کرے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنْ أَجَلِي إِلَّا عَشَرَةُ أَيَّامٍ، وَأَعْلَمُ أَنِّي أَمُوتُ فِي آخِرِهَا، وَلِي طَوْلُ النِّكَاحِ فِيهِنَّ، لَتَزَوَّجْتُ مَخافَةَ الْفِتَنِ۔ اگر میری زندگی میں صرف دس دن باقی ہوں اور میں جانتا ہوں کہ آخری دن وفات ہے اور ان دنوں میں نکاح کی قدرت ہو تو میں فتنے سے بچنے کے لیے نکاح ضرور کروں گا۔"

یہ تمام احادیث و اقوال اس حقیقت کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں کہ نکاح نہ صرف ایک فطری تقاضا ہے بلکہ ایمان، عبادت اور روحانی و معاشرتی پاکیزگی کی تکمیل کا ذریعہ بھی ہے، جو انسان کو فتنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

نکاح: نسلوں کی بقا اور تحفظ

اگر نکاح کو پسِ پشت ڈال دیا جائے، تو نسلِ انسانی اخلاقی انارکی، بے ترتیبی اور خاندانی انتشار کا شکار ہو جاتی ہے، مغربی معاشرہ

*مضمون نگار بچھاری، آبادپور، کٹیہار، بہار کے متوطن ہیں۔

اس کی زندہ مثال ہے، جہاں نکاح کی اہمیت کو فراموش کر دیا گیا اور آج وہاں کے معاشرتی ڈھانچے بکھر چکے ہیں، بچوں کو والدین کا علم نہیں، خاندانی نظام کا تصور مٹ چکا ہے اور معاشرتی اقدار مٹی میں مل چکی ہیں۔اس کے برعکس، اسلام نے نکاح کو ہر مرد و عورت کی فطری، اخلاقی اور قانونی ضرورت قرار دے کر انسانیت کو تحفظ دیا اور نسل انسانی کی بقا کے لیے ایک پاکیزہ، باعزت اور مضبوط نظام قائم کیا۔

نکاح ہی وہ مضبوط قلعہ ہے جو زنا، فحاشی، بے حیائی اور اخلاقی تباہی جیسے خطرناک فتنوں کا راستہ بند کرتا ہے، جب نکاح کو آسان اور عام بنایا جائے گا، تو بے راہ روی خود بخود ختم ہونے لگے گی، آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم نکاح کے اس عظیم فریضے کو آسان بنائیں، غیر شرعی رسومات اور مہنگے مطالبات ختم کریں، تاکہ نوجوان نسل حلال راستے کو اپنانے میں جھجک محسوس نہ کرے۔

نکاح: وقت کا اہم ترین تقاضا

آج کا نوجوان موبائل، سوشل میڈیا اور آزادانہ ماحول میں بے راہ روی کا شکار ہو رہا ہے۔مجازی محبت، ناجائز تعلقات اور وقتی تسکین کے چکر میں وہ اپنی عزت، وقت، تعلیم، دین اور مستقبل سب کچھ داؤ پر لگا بیٹھتا ہے، ایسے میں والدین، اساتذہ اور علمائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ نوجوانوں کو نکاح کی طرف راغب کریں اور ان کے لیے اس راہ کو آسان سے آسان تر بنائیں۔

نکاح نسلِ انسانی کی بقا، معاشرتی استحکام، روحانی سکون اور اخلاقی تحفظ کی ضمانت ہے۔ جو قومیں نکاح کو اپناتی ہیں، وہ عفت وطہارت کی راہوں پر چلتی ہیں اور جو اسے نظر انداز کرتی ہیں، وہ تباہی، انتشار اور بربادی کا شکار ہو جاتی ہیں۔

آیئے! نکاح کو آسان بنائیں، اس عظیم سنت کو زندہ کریں، جہیز وغیرہ کی لعنت سے مسلم معاشرے کو بچائیں اور اپنی نسلوں کو زناکاری، فتنہ اور فساد سے محفوظ و مامون رکھیں۔ ◆◆◆

ص ۶ رکا بقیہ ....

درست ہے؟ زیادہ سے زیادہ ان مدرسوں کو حکومتی بورڈ سے غیر منظور شدہ (unrecognized) کہا جا سکتا ہے لیکن غیر قانونی کہنے کا کوئی جواز نہیں نکلتا، مسلم منتظمہ مدارس کی تاریخ حکومتی منظور شدہ مدارس سے زیادہ پرانی بھی ہے اور روشن و تابناک بھی ہے۔

مثلاً اتراکھنڈ مدرسہ بورڈ 2011 میں قائم ہوا، جس کے قیام کو 14 رسال ہو گیے ہیں، جب کہ اتراکھنڈ میں اکثر مدرسوں کی تاریخ کم از کم پچاس یا سو سال پرانی ہے، تحقیق کی جائے تو عہد مغل کے مدرسے بھی نکل آئیں گے جو ادارے صدیوں سے مذہبی تعلیم دیتے آرہے ہیں، اچانک ہی وہ غیر قانونی کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر ادارے کے انتظام و انصرام میں، رہائش یا عمارت میں کسی طرح کی کوئی خامی ہے، تو اسے درست کرنے کی تاکید و تنبیہ کی جا سکتی ہے، لیکن سیدھا غیر قانونی کہنا ان اداروں کی روشن تاریخ کو نظر انداز کرنا اور قوم مسلم کو ذہنی طور پر ہراساں کرنا ہے۔

جس مدرسہ بورڈ سے منظور شدہ نہ ہونے کی بنیاد پر مدرسے بند کیے جا رہے ہیں، اس بورڈ کے نصاب میں سرے سے ناظرہ قرآن، حفظ قرآن، قرأت قرآن وغیرہ شامل ہی نہیں ہیں، جو چیز بورڈ کے نصاب کا حصہ ہی نہیں ہے، آخر بورڈ اس چیز کی منظوری کس طرح دے گا اور اسے کس طرح اپلائی کیا جائے گا؟ مارچ 2025 میں اتراکھنڈ مدرسہ بورڈ کے نائب رجسٹرار عبید اللہ انصاری نے صوبے کے چیف سکریٹری کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے بڑے واضح لفظوں میں لکھا کہ:

”دینی تعلیم، مذہبی شکشا حاصل کرنا بھارت کے دستور کے ذریعہ دیا گیا حق ہے.... ایسے اداروں کے خلاف سیل بند کیے جانے کی کاروائی نہ کی جائے۔“ (خط نمبر 62، 4 مارچ 2025)

اس واضح مطالبہ کے باوجود مسلسل دینی اداروں پر چھاپہ ماری اور تالا بندی کا ایکشن جاری ہے، یہ بات سمجھ سے باہر ہے کہ بورڈ رجسٹرار تک کی بات کیوں نہیں مانی جا رہی ہے؟ افسوس! دستوری تحفظ، صدیوں پرانی تاریخ اور بورڈ رجسٹرار کی وضاحت کے باوجود مدارس کے خلاف تالا بندی کی مہم بلا روک ٹوک جاری ہے۔ یہ رویہ بے حد پریشان کن اور مسلمانوں کو سماجی اعتبار سے مشکوک اور کمزور کرنے والا ہے اور حال فی الحال اس پریشانی کے دور ہونے کے آثار بھی نظر نہیں آرہے ہیں۔ ◆◆◆

از: مصباح القادری*

شاگرد و استاذ کے مابین رشتۂ محبت

یہ مضمون اس امر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں استاذ اور شاگرد کے تعلق کو کس قدر اہمیت و فضیلت حاصل ہے، اس رشتے کی بنیاد محبت، ادب، کردار اخلاق اور اخلاص پر ہے، جسے قرآن و حدیث، فقہ اسلامی اور اقوالِ ائمہ و صوفیہ نے نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے۔

اس مضمون میں اس کے محرکات، اس کی عملی تعبیرات اور اس کے جملہ تربیتی پہلوؤں پر دلائل و شواہد کے ساتھ حتی المقدور روشنی ڈالی گئی ہے۔

تمہید

علم وہ سرچشمہ ہے جس سے انسانیت ترقی کی راہوں پر گامزن ہوتی ہے اور استاذ وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعے علم کی روشنی شاگرد کے دل و دماغ میں منتقل ہوتی ہے۔ استاد و شاگرد کا رشتہ محض تعلیمی نہیں بلکہ ایک تربیتی اور روحانی رشتہ ہے، جسے اسلام میں قدر و منزلت کے اعلیٰ مقام پر فائز کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی روشنی میں یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ........ وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ۔ (الکہف:65) تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے علم حاصل کرنے کی غرض سے سفر کیا۔ یہ واقعہ طالب علم (شاگرد) کے ادب، صبر اور جستجو کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ کا حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ تواضع سے پیش آنا استاذ شاگرد کی محبت کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ عظیم پیغمبر بھی کسی سے علم حاصل کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ حضرت موسیٰ کا خضر علیہ السلام کے ساتھ تواضع سے پیش آنا شاگرد کے ادب اور محبت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

ادبِ نبوی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ۔ (الحجرات: 2) اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔''

شاگرد استاد کے سامنے بے ادبی نہ کرے، آواز بلند نہ کرے، جیسے کہ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ادب کرتے تھے۔ معلم (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ادب کی تعلیم دیتی ہے، جس سے فقہا نے قیاس کیا کہ ہر استاذ کا ادب بھی لازم ہے۔ اس سے محبت کا تعلق بھی مستفاد ہوتا ہے کیونکہ محبت کے بغیر ادب ممکن نہیں۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں یہ ہے۔

معلم کی حیثیت

''إنما بعثت معلما۔ (ابن ماجہ) میں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کو ''معلم'' کہہ کر استاذ کے مقام کو نبوی سنت قرار دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو شفقت، حلم اور محبت سے سکھایا، امام نووی رحمہ اللہ کے مطابق ''أکمل الناس تعلیما من جمع إلی العلم الحلم و الرقة و الشفقة۔ (المجموع

*مضمون نگار پورنیہ بہار کے متوطن ہیں۔

اسلامیات

شرح المہذب) معلم کو چاہیے کہ وہ اپنے شاگرد کے ساتھ شفقت، نرمی اور خیر خواہی سے پیش آئے۔

طلب علم اور محبت

''من سلك طريقاً يلتمس فيه علماً، سهل الله له طريقاً إلى الجنة. (مسلم) جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے کوئی راستہ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے بدلے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔''

اس حدیث سے علم حاصل کرنے والے کی فضیلت واضح ہے۔ جب شاگرد علم کے حصول میں محنت کرے، تو استاد اس پر مہربانی کرتا ہے، یہ تعلق از خود محبت و شفقت کی فضا پیدا کرتا ہے۔

علم سیکھنے اور سکھانے والے کے فضائل

''خيركم من تعلم القرآن وعلمه۔ (صحیح بخاری) تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔''

یہ حدیث استاذ و شاگرد دونوں کو ''خیر'' کے درجے پر فائز کرتی ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رشتہ صرف دنیوی فائدے کے لیے نہیں بلکہ آخرت کی فلاح کا ذریعہ ہے۔ محبت فی اللہ یہ ہے:

''المتحابون في الله على منابر من نور۔ (ترمذی) جو لوگ اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں وہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔''

استاد و شاگرد اگر علم و دین کی بنیاد پر ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں تو یہ محبت باعث نجات ہے، فقہی نقطۂ نظر میں یہ ہے۔

شاگرد کا ادب

فقہا نے ادبِ معلم کو علم کے آداب میں شامل کیا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''على الطالب أن يعظم أستاذه ويجلّه ويخضع له. (الروض) شاگرد پر فرض ہے کہ وہ استاذ کا ادب کرے، ان کے ساتھ محبت، خلوص اور نیاز مندی سے پیش آئے۔''

استاد کی شفقت

فقہ اسلامی میں استاذ کو صرف معلم نہیں بلکہ مربی بھی قرار دیا گیا ہے۔ ابن خلدون فرماتے ہیں:

''التعليم من حيث هو تربية، فلا بد أن يكون مصحوباً بالشفقة والمحبة. (المقدمہ، فصل في التعليم) تعلیم چونکہ تربیت بھی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ وہ شفقت اور محبت کے ساتھ ہو۔''

اقوالِ اکابرین

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''كنت أُقلّب الورقة بين يدي وكيع رحمه الله من الهيبة، كأنها الصلاة. میں اپنے استاد کے لیے دعا ایسے کرتا ہوں جیسے اپنے والد کے لیے کرتا ہوں، کیونکہ وہ مجھے روحانی زندگی عطا کرتے ہیں۔''

شاگردی کا وہ اعلیٰ نمونہ! جس میں محبت اور ادب ساتھ ساتھ ہوں، امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''الأدب مع المعلم فرض لا يتم العلم إلا به، و الأدب باب المحبة. (احیاء علوم الدین) علم وہ نور ہے جو متواضع و مؤدب دلوں میں اترتا ہے۔''

شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: علمی صحبت محبت و اخلاص کے بغیر بے فائدہ ہے، استاد سے محبت علم کی برکت کی بنیاد ہے۔

تصوف اور روحانیت کی روشنی میں

صوفیائے کرام نے ''استاذ و مرشد'' اور ''شاگرد و مرید'' کے تعلق کو محبت کا مرکز قرار دیا: شیخ سے محبت مرید کی نجات کی بنیاد ہے۔ جو دل سے استاد سے وابستہ نہیں ہوتا، اسے روحانی فیض نہیں ملتا۔ (شیخ عبدالقادر جیلانی، فتوح الغیب)

نتیجہ و تجزیہ

استاذ اور شاگرد کا رشتہ ایک روحانی معاہدہ ہے جو محبت، ادب، وفاداری اور اخلاص سے مضبوط ہوتا ہے، اسلامی تعلیمات اس تعلق کو صرف علمی نہیں، بلکہ دینی، تربیتی اور اخروی نجات کا ذریعہ قرار دیتی ہیں۔ آج کے تعلیمی اداروں کو چاہیے کہ وہ اس تعلق کی اصل روح کو سمجھیں اور اس کو عملی شکل دیں۔

◆◆◆

از: محمد توصیف رضا قادری علیمی *

تجارت احادیث کی روشنی میں

تجارت تاریخی اعتبار سے قدیم پیشہ ہے اور یہ حصولِ رزق کے اہم اسباب میں سے ایک بڑا وسیلہ ہے، حدیث پاک میں ہے:

''وقال ﷺ علیکم بالتجارۃ فإن فیھا تسعۃ أعشار الرزق اھ ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم پر تجارت کو اختیار کرنا لازم ہے کیوں کہ رزق کے دس میں سے نو حصے فقط اس (تجارت) میں ہیں۔'' (إحیاء علوم الدین، ج:2،ص:62، ط: دار المعرف، بیروت)

دوسری روایت میں ہے:

''حَدَّثَنَا يَزِيدُ حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ عَنْ وَائِلٍ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْكَسْبِ أَطْيَبُ قَالَ عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُورٍ۔ ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! سب سے افضل اور عمدہ کمائی کون سی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان کے ہاتھ کی کمائی اور ہر مقبول تجارت۔'' (مسند احمد، رقم الحدیث: 16630)

رسول اکرم ﷺ کے مذکورہ بالا فرمان کے مطابق جو قوم جس قدر تجارت میں دلچسپی لیتی ہے، وہ اسی قدر معاشی اور اقتصادی ترقی کی منزلیں طے کرتی ہے، ورنہ اس راستہ سے دوسری قومیں ان کے تمدن، تہذیب، معیشت، اقتصادیات اور سیاست بلکہ مذہب پر قابض ہو جاتی ہیں اور ان کو غلام بنا کر ان پر مطلق العنان حکومت کرتی ہیں، جیسا کہ برصغیر ہند و پاک میں انگریزوں نے قبضہ کیا اور ہندوستان کے باشندے تقریباً دو سو سال تک اُن کے جبر و استبداد کا شکار رہے، انگریز ہندوستان میں تجارت ہی کی غرض سے آیا تھا۔

افسوس! ہندوستان کے مسلمان اس سے بے بہرہ ہیں، آج بھی اُن کا اربوں روپیہ غیروں کی جیب میں جاتا ہے، حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کاش! اگر اس قوم کا آدھا روپیہ بھی اپنی قوم میں رہتا تو آج ہماری قوم کے دن پھر جاتے، اس لیے اٹھو! تجارت میں کود پڑو۔'' (اسلامی زندگی، ص:152، ط: مکتب المدین)

دوم: شریعت اسلامیہ نے تجارت کرنے کے لئے چند شرائط عائد کی ہیں، جن میں امانت وصداقت انتہائی اہم ہے، چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

''حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ الضَّحَّاكِ قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ مَكْحُولٍ وَسُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَمْ يُبَيِّنْهُ لَمْ يَزَلْ فِي مَقْتِ اللَّهِ، وَلَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَلْعَنُهُ۔ ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے کوئی عیب دار چیز کسی کے ہاتھ فروخت کی اور خریدار پر عیب کو ظاہر نہیں کیا تو اس پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا غضب رہے گا اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔'' (سنن ابن ماجہ، بَابُ مَنْ بَاعَ عَيْبًا فَلْيُبَيِّنْهُ، رقم الحدیث: 2247، ط: دار إحیاء التراث العربی)

جو تاجر امانت دار ہوں گے، اس کی بڑی فضیلت آئی ہے:

''عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ بقیہ ص ۱۰ر پر

اسلامیات

* مضمون نگار الغزالی اکیڈمی و اعلیٰ حضرت مشن کٹیہار بہار کے رکن ہیں۔

(از: محمد تحسین رضا نوری*

حدیث قسطنطنیہ اور یزید پلید

اس دور پرفتن میں ایمان جیسے بیش قیمتی خزانے کو لوٹنے اور عقائد اہل سنت کو اپنی سازشوں اور قبیح و شنیع تدبیروں سے داغدار کرنے کی فتنہ پردازوں نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی، جیسے جیسے معاشرے میں قرآن وسنت سے لاعلمی ولاتعلقی عام ہوتی جا رہی ہے، ویسے ویسے نئے نئے فتنے جنم لیتے جا رہے ہیں، ایک جانب اہل تشیع اپنے مذموم عزائم ومقاصد میں کامیاب ہونے کی چالیں چل رہے ہیں وہیں دوسری جانب فتنۂ خارجیت وناصبیت بھی شباب پر ہے، ان فتنہ گروں نے اپنے گرو گھنٹال یعنی یزید پلید کو جنتی بنانے اور اس کی خصائل رذیلہ، عادات ذمیمہ اور اعمال قبیحہ پر پردہ ڈالنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں اور حدیث ''ام الحرام'' کا مصداق ٹھہرا کر اُس کو مغفور ومبرور گردان رہے ہیں۔

ذرا اندازہ لگائیں کہ وہ شخص جنت نعیم کا حقدار کیسے ہوسکتا ہے جس کا دامن اہل بیت پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون سے تربتر ہو، جس نے اصاغر واکابر، ضعیف ونحیف مردوں اور بنات وخواتین کی پرواہ کیے بغیر سب کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا ہو، جو کہ نہایت ہی شقی وبد بخت، فاسق وفاجر، فتنہ گر وبدعتی، سنن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرعام دھجیاں اڑانے والا، صحابہ وتابعین کا قتل کرنے والا، حرمین شریفین کے تقدس کو پامال کرنے والا ہو، جس کے سر بلاد عرب کی دوشیزاؤں کی عصمت دری کا سنگین جرم شامل ہو، ایسا ملعون شخص بھلا مغفور اور جنتی کیسے ہوسکتا ہے؟

یزید کے سرکشی وظلم وستم کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب اہل مدینہ حضرت عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیعت کرنے پر متفق ہو گئے اور اپنے جملہ معاملات کو آپ کے سپرد کر دیا اور آپ نے اُن سے تادم زیست یزید سے مقابلہ کرنے کی بیعت لی اور ارشاد فرمایا:

''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کا کوئی شریک نہیں، اللہ کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جب ہمیں یہ خوف ہونے لگا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہونے لگے، وہ ایسا شخص ہے جو ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح جائز قرار دیتا ہے، شراب نوشی کرتا ہے، نماز چھوڑتا ہے۔'' (طبقات کبریٰ)

اب ذرا اندازہ لگاؤ کہ شریعت اسلامیہ سے کھلواڑ کرنے والا شخص جس کا ظلم اتنا بڑھ گیا کہ صحابہ کو یہ خوف ہونے لگا کہ ہم پر عذاب الٰہی کا نزول نہ ہو جائے، وہ شخص بھلا سعادت ابدی کا مستحق کیسے ہوسکتا ہے؟

حدیث قسطنطنیہ اور اقوال ائمہ ومحدثین

اب آیئے اس حدیث کا صحیح مفہوم سمجھتے ہیں جس کے ذریعہ یزید کے حواریوں نے اسے بخشش ومغفرت کا تمغہ دے دیا:

''قال عمير، فحدثتنا أم حرام: أنها سمعت النبي صلى الله عليه وسلم، يقول: أول جيش من أمتي يغزون البحر قد أوجبوا، قالت أم حرام: قلت: يا رسول الله أنا فيهم؟ قال: أنت فيهم، ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم: أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم، فقلت: أنا فيهم يا رسول الله؟ قال: لا! ترجمہ: عمیر نے بیان کیا کہ ہم سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریائی سفر کر کے جہاد کے لیے جائے گا، اس نے (اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت) واجب کر لی، ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: یا

* مضمون نگار جامعہ فاطمہ شاہجہاں پور کے استاد ہیں۔

رسول اللہ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم بھی ان کے ساتھ ہوگی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا، ان کی مغفرت ہوگی، میں نے عرض کی: یارسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔'' (صحیح البخاری)

مذکورہ حدیث پر علما و محدثین نے نہایت طویل بحث فرمائی ہے اور بہت سے محدثین نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جنگ قسطنطنیہ میں یزید شامل ہی نہیں تھا، لہٰذا جب شمولیت ہی ثابت نہیں تو ''مغفور لھم'' کا مصداق کیسے ٹھہرا؟ اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر بھی لیں کہ شامل تھا پھر بھی اس حدیث کے ذریعہ اس کی مغفرت ثابت نہیں ہوتی، جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب فتح الباری شرح بخاری کی جلد نمبر 6 میں اور امام امام بدر الدین عینی الحنفی رحمہ اللہ علیہ ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں جلد نمبر 14/ پر اور امام شہاب الدین قسطلانی رحمہ اللہ علیہ ''ارشاد الساری شرح بخاری'' میں جلد 6/ یزیدیوں کے اس بے بنیاد استدلال کا رد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں (تینوں ائمہ کا قول لگ بھگ ایک ہی ہے اس بنا پر طوالت سے بچتے ہوئے صرف ایک ہی کے قول پر اکتفا کیا گیا ہے) کہ:

''لا یلزم من دخوله فی ذلك العموم ان لا یخرج بدلیل خاص اذ لا یختلف اهل العلم ان قوله صلی اللّٰه علیه وسلم "مغفور لهم" مشروط بان یکونوا من اهل المغفرة حتی لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذلك لم یدخل فی ذلك العموم۔''

اس عبارت کا مفہومی ترجمہ دیکھتے چلیں کہ:

''اگر ہم یزید کی اس جنگ میں شمولیت تسلیم کر بھی لیں تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بخشش کا پروانہ دیا ہے، وہ اِس جنگ سے پہلے کے گناہوں کی بخشش ہے یعنی یزید پلید کے جو اِس جنگ سے پہلے کے گناہ تھے، وہ اس جنگ کے سبب بخشے گئے مگر یزید پلید نے جو ظلم اس جنگ کے بعد ڈھائے وہ کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں، لہٰذا وہ اس عموم کے تحت شامل نہیں۔''

مذکورہ حدیث کی دوسری توجیہ

بعض محدثین نے اس حدیث کی ضمن میں فرمایا کہ اس حدیث شریف میں ''مدینة قیصر'' سے مراد قسطنطنیہ نہیں ہے بلکہ حمص ہے جو کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں روم کا دار الحکومت تھا، جیسا کہ فتح الباری میں مذکور ہے کہ: بعض شارحین نے کہا ہے کہ ''مدینۂ قیصر'' سے مراد وہ شہر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں قیصر کا شہر تھا اور وہ حمص ہے اور اس وقت وہی اس کا دار الحکومت تھا۔

حدیث پاک کی یہ توجیہ قابل غور ہے کہ اس حدیث اور اس کی متعلق دیگر روایات میں ''مدینة قیصر'' کے الفاظ وارد ہیں، حدیث شریف کے کلمات کے مطابق وہ شہر حمص ہی ہے جو کہ خلافت فاروقی میں ۱۵ ہجری میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں فتح ہوا، اس معرکہ میں حضرت خالد بن ولید، حضرت بلال، حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمیت دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جس میں یزید پیدا بھی نہیں ہوا تھا چہ جائیکہ اس معرکہ میں شرکت کرنا، کیوں کہ یزید کی پیدائش 26 ہجری میں ہوئی تھی۔

حدیث قسطنطنیہ کی تیسری توجیہ

بعض محدثین و شارحین نے فرمایا کہ احادیث میں موجود ''مدینة قیصر'' کے الفاظ سے مراد قسطنطنیہ ہی ہے، لیکن پھر بھی یزید اس بشارت کا مستحق نہیں ٹھہرتا اس لیے کہ قسطنطنیہ پر اہل اسلام نے متعدد مرتبہ حملے لیے اور حدیث میں وارد بشارت عظمیٰ صرف پہلی بار حملہ کرنے والوں کے لیے ہے۔

آیئے معلوم کرتے ہیں کہ کس کس سن میں قسطنطنیہ پر حملے کیے گئے، البدایہ والنہایہ کی جلد 07/ میں ہے کہ: 32 ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روم پر حملہ کیا، معرکے سر کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ کی تنگ نائے تک پہنچ گئے، اسی طرح التاریخ الکامل کی جلد نمبر 3/ میں بھی مذکور ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ قسطنطنیہ پر پہلی مرتبہ حملہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 32 ہجری میں کیا اور اس اعتبار سے یزید کا اس جنگ میں شامل ہونا ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ 32 ہجری میں یزید کی عمر صرف 6 سال کی تھی اور دوسری مرتبہ حملہ سن 43 ہجری میں حضرت بسر ابن ارطاۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں ہوا جو کہ البدایہ والنہایہ کی جلد نمبر 8 میں موجود ہے اور تیسرا حملہ 44 ہجری یا 46 ہجری میں ہوا جیسا کہ التاریخ الکامل میں دونوں روایتوں کے واقعات کا ذکر موجود ہے۔

قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے تیسرے لشکر کے امیر حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے، اس حملے کا ذکر کتب تاریخ کے علاوہ صحاح ستہ کی معتبر کتاب سنن ابوداؤد میں بھی ہے، لہٰذا مذکورہ حوالہ جات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قسطنطنیہ پر پہلی مرتبہ حملہ کرنے والا لشکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جو کہ بخاری شریف میں موجود بشارت عظمیٰ کا مستحق ہے۔ قسطنطنیہ پر تینوں حملوں میں سے کسی بھی حملے میں یزید کی شرکت ثابت نہیں ہوتی، پھر سوال ہوتا ہے کہ یزید قسطنطنیہ کی کس جنگ میں شامل تھا، تو اس کے متعلق چار اقوال ملتے ہیں:

(1) سن 49 ہجری میں روم کے معرکہ میں شریک رہا، جس کا ثبوت البدایہ والنہایہ سے ملتا ہے کہ سن 49 ہجری میں یزید بن معاویہ نے مملکت روم پر حملہ کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔

(2) یزید 50 ہجری کے معرکہ میں شریک رہا جس کی توضیح عمدۃ القاری کی جلد 5 میں موجود ہے کہ "50 ہجری کو مسلمان اس لشکر میں قسطنطنیہ تک پہنچے اور اس کا محاصرہ کیا جب کہ یزید بن معاویہ اپنے والد کی جانب سے اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔

(3) 52 ہجری کے حملے میں یزید شریک تھا اور اس قول کو حضرت علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجیح دی ہے جو کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔

(4) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 55 ہجری میں قسطنطنیہ پر لشکر کشی کے لیے یزید کو روانہ کیا جیسا کہ ''الاصابة في معرفة الصحابة'' میں موجود ہے۔ (ماخوذ: حقانیت امام حسین اور حدیث قسطنطنیہ)

لہٰذا ان چاروں اقوال میں سے کسی ایک قول کو بھی مان لیا جائے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یزید ''مغفور لھم'' جیسی عظیم بشارت میں شامل ہے، کیوں کہ ان چار حملوں سے پہلے بھی متعدد مرتبہ قسطنطنیہ پر حملے ہو چکے تھے، لہٰذا بغیر کسی تحقیق و تفتیش اور ثبوت کے یزید کو اس بشارت کا مصداق ٹھہرانا سراسر کذب ہے، ربِّ کریم ہمیں فتنہ گروں کے فتنے سے محفوظ رکھے اور عالم اسلام کے جملہ مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۵۲ کا بقیہ ....

جاری ہے زندگی کا سفر، بعد موت بھی
بدلی ہیں سب رُسومِ قضائی حسین نے
راہ خدا کی موت بھی رشکِ حیات ہے
سمجھا دیئے اصولِ بقائی حسین نے
بخشی ہے خود خدا نے "بَل أَحيَاءٌ" کی سند
گردن کچھ اِس ادا سے کٹائی حسین نے
خیرات پائی دامن جود و سخا نے بھی
یوں دولت حیات، لُٹائی حسین نے
غم کا مہینہ مت کہو اِس ماہِ پاک کو
خود غم کو دی ہے غم سے رہائی حسین نے
انسانیت کو شوکت و اعزاز بخش کر
دین نبی کی شان بڑھائی حسین نے
جس کی تجلی، قوتِ اسلام بن گئی
شمعِ خودی اک ایسی جلائی حسین نے
اب سُرمۂ نگاہِ فلک اُس کی خاک ہے
دی کربلا کو ایسی اونچائی حسین نے
اَسرارِ فن ہوئے ہیں فریدی پہ آشکار
رکھا ہے اِس پہ دستِ عطائی حسین نے

◆◆◆

اسلاف و اخلاف

از: حافظ افتخار احمد قادری*

فاتح کربلا! صبر و استقلال کا عظیم پیکر

کرب و بلا کے میدان میں حضرتِ امام عالی مقام نے صبر و استقلال کا جو عظیم مظاہرہ کیا تھا تاریخی حقائق اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں اور یزیدیوں نے جو ظالمانہ و وحشیانہ برتاؤ اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اختیار کیا اس کی بھی مثال نہیں ملتی۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی دے دی تھی کہ میرا نواسہ کربلا کے میدان میں شہید کر دیا جائے گا، میرے ہی کلمہ پڑھنے والے میرے نواسے کے حلق پر اپنی زندگی کا آخری خنجر چلائیں گے۔ (سوانح کربلا)

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید اپنی قوت و توانائی اور زور آزمائی سے خود ساختہ خلیفہ بن گیا۔ تختِ خلافت پر بیٹھنے کے بعد اس نے اعلان کیا کہ ہر خاص و عام سے میری بیعت لی جائے جو انکار کرے اس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ یزید کے جبر و بربریت کو دیکھ کر لوگ بیعت کرنے لگے لیکن جب امام عالی مقام حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد پہنچا کہ آپ یزید کی بیعت کر لیں تو آپ نے دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر برجستہ جواب دیا کہ یزید ظالم و جابر ہے، فاجر و فاسق، شرابی و جواری، زناکاری، قمار بازی، عیاری و مکاری، دغا بازی سب کا دلدہ ہے۔ تمام برائیاں اس کے اندر موجود ہیں جو شریعتِ مطہرہ کا پابند نہیں اس کی بیعت بھی جائز نہیں کیونکہ بدکاروں کی بیعت بھی بدکاری سے کم نہیں۔ لہٰذا! میں اس کی بیعت کرنے سے انکار کرتا ہوں۔

حضرت امام عالی مقام بیعت کرتے بھی کس طرح، بیعت کو قبول کرنا گویا شریعت کے خلاف قدم اٹھانا تھا۔ حالانکہ آپ اپنے نانا جان کے دین کے امین، رہبر شریعت، قرآن کی آواز بلند کرنے، ظلم و ستم کا پنجہ مروڑنے، دھرتی سے رقص ابلیس مٹانے آئے تھے، بایں وجہ حضرتِ امام عالی مقام نے بیعت سے انکار کر دیا۔ جب کوفیوں کو معلوم ہوا کہ نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے تو اہل کوفہ نے آپ کے پاس خط لکھنا شروع کر دیا۔

''اے پاسبان قوم و ملت! معلوم ہوا کہ آپ نے یزید کی بیعت سے انکار فرما دیا ہے۔ ہم لوگ بھی اس کی بیعت کے منکر ہیں چونکہ تمام برائیاں اس کے دل و دماغ میں جنم لیتی رہتی ہیں۔ وہ کون سی برائی ہے جو اس کے اندر موجود نہیں۔ شراب نوشی، قمار بازی، زناکاری، دغا بازی، عیاری و مکاری تمام افعال مذمومہ اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکے ہیں۔ یہیں تک محدود نہیں بلکہ شریعت کو طبیعت میں تبدیل کر رہا ہے، قوانین اسلام کو توڑ رہا ہے، اب کشتی اسلام سمندر کی مضطرب لہروں میں ہچکولے کھا رہی ہے، سفینۂ شریعت منجدھار میں ڈوب رہا ہے، اب آپ تشریف لائیے اور اسے ساحل سے ہم کنار کیجئے اور جتنی جلدی ہو سکے ہم لوگوں کو یزید کے جبر و بربریت سے نجات دلائیے اور اگر آپ نے ہم لوگوں کی بات پر لبیک نہ کہا تو ہم لوگ اب یہ سمجھیں گے کہ مرد حق آگاہ سے دنیا خالی ہو چکی ہے، امین شریعت دنیا سے اٹھ گیا ہے، ہم لوگ پاسبان اسلام سے محروم ہو گئے ہیں۔'' (خطبات محرم)

اسی طرح کے متعدد خطوط، سیکڑوں عریضے امام عالی مقام کی خدمت میں روانہ کرتے رہے۔ یہ سب خطوط پڑھ کر حضرتِ امام عالی مقام کا چین و سکون بے قراری و بے چینی میں بدل گیا، زندگی میں ایک ہیجان خیز لہر دوڑ گئی، امت مرحومہ کو بحر عصیاں سے نکالنے کے لیے تیار ہو گئے۔

جب آپ دین کے تحفظ و بقا کی خاطر چلے تو آپ کے شیدائی

آپ کو کوفیوں کے دجل وفریب سے آگاہ کرنے لگے کہ آپ کوفیوں کے خطوط پر اعتماد نہ کریں، کوفیوں کی دغابازی وہاں کی پرانی ریت ہے، اس عیاری ومکاری ان کی میراث ہے، کوفیوں کی چلا کی وفریب کاری بہت ہی مشہور ہے، لہٰذا! آپ تشریف نہ لے جائیں۔

آپ نے جواب دیا: آپ لوگ میرے رستے میں حائل نہ ہوں، مجھے روک کر نانا جان کے آگے شرمندہ نہ کریں، کل بروزِ قیامت اگر نانا جان نے پوچھ لیا کہ حسین جب میری امت تمہیں شریعت کے تحفظ وبقا کی خاطر آواز دے رہی تھی تو تم کیوں نہیں گئے، آخر تمہیں کس نے روکا، کونسی ایسی شئے مانع ہوئی جس کی وجہ سے تم جانے سے معذور تھے۔ جبکہ شریعت کا خون ہوتا رہا اور تم دیکھتے رہے۔ قوانینِ اسلام بدلا جاتا رہا، شریعت کو طبیعت میں بدلا جاتا رہا، ظلم وستم پروان چڑھتا رہا، فسق وفجور کا بازار گرم ہوتا رہا، یہ سارے سوالات اگر نانا جان نے پوچھ لیے تو میں کیا جواب دوں گا؟ ناس لیے آپ میرے عزم وارادہ کو متزلزل نہ کریں، اگر مرضی مولیٰ یہی ہے کہ کربلا کی زمین خون حسین سے لالہ زار ہو تو حسین کی بھی رضا اسی میں ہے۔ بعدہ اعزا وا قارب سے الگ ہو کر حرمین الشریفین پر الوداعی نگاہ ڈال کر رخصت ہو گئے۔

مکہ میں ایک کہرام بپا ہے، مکہ کی گلیاں سوگوار ہیں، لوگ ابن رسول کی مفارقت میں چیخ چیخ کر رو رہے، ہر شخص فرزند علی کی جدائی میں نالاں وکناں ہے، عاشق حسین کی زبان سے آہ وفغاں کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، ہر شخص کی آنکھیں نم، چہرے پر رنج والم کے آثار ہیں، مکہ کی آبادی سنسان نظر آ رہی تھی، آسمان خاموش تھا، کعبہ معظّمہ سیاہ چادر اوڑھے ہوئے تھا کہ اب کوئی حضرت امام عالی مقام کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے گا، ذی الحجہ کے مہینے میں لوگ کعبہ معظّمہ کی زیارت کے لیے ملک کے کونے کونے سے سمٹے ہوئے آ رہے تھے لیکن نواسہ رسول کعبہ معظّمہ کی عظمت پہ قربان ہونے کے لیے جا رہے ہیں۔

72 نفوسِ قدسیہ پر مشتمل ایک چھوٹی سی جماعت اسلام کی تاریخ کا نیا باب لکھنے کے لئے کربلا کی جانب روانہ ہو رہی ہے، سرفروشان اسلام طاغوتی قوتوں کا سر کچلنے کے لیے نہایت ہی رعب ودبدبے کے ساتھ سرزمین کربلا پر نزولِ اجلال ہوئے۔

جب نظر اٹھا کر گرد وپیش کا جائزہ لیا تو چہار جانب لشکر اعدا کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سیلاب ہی نظر آ رہا تھا، دیکھنے والے حیرت واستعجاب میں ہیں، چشمِ فلک نے کبھی ایسا منظر اور مقابلہ نہ دیکھا تھا، عاشقانِ رسول، پاسبان شریعت، دین کی حقانیت کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لیے اسلام کا ہلالی واقتداری پرچم لیے کھڑے ہیں، دوسری طرف باغیان اسلام ظلم وستم کا جھنڈا بلند کیے صحت مند انسان کا خون چاٹنے کے لیے بکواس کر رہے تھے۔

یزیدیوں نے کربلا کے میدان میں دو تجویزیں پیش کیں کہ حسین زندگی چاہتے ہو یا موت، دولت چاہتے ہو یا سلطنت، اگر یہ سب چاہتے ہو تو پھر مجھے چاہیے بیعت، اگر موت چاہتے ہو تو پھر کر وانکار بیعت۔

حضرت امام عالی مقام نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر برجستہ جواب دیتے ہیں یزیدیو! سن لو میں اس رسولِ پاک کا نواسہ ہوں جن کی یہ تعلیم ہے کہ اگر زندہ رہو تو غازی بن کر اور مرو تو شہید ہو کر۔ اللہ رب العزت کے ماننے والوں کی زندگی تلوار کی دھار پر رقص کرتی ہے۔

قرآنِ مجید کو اپنے سینے سے لگانے والا جب اپنے سر پر کفن باندھ کر نکلتا ہے تو دنیا کی آخری حدود تک وحشت وبربریت کا تعاقب کرتا ہے، دنیا سے ظلم وستم کا نام ونشان مٹا دیتا ہے، دغاباز کوفیو! ہمیں اپنی جان سے حق وصداقت کا سودا نہیں کر سکتا، سر تو کٹا سکتا ہوں لیکن یزید کے سامنے سر جھکا نہیں سکتا۔ یزیدیوں نے کہا کہ پھر لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ حضرت امام عالی مقام نے کہا: حسین حق کی سربلندی کے لیے تیار ہے۔ طبل جنگ بجا، اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ بلند ہوا، کربلا کے میدان میں حق وباطل کے درمیان عظیم تصادم ہوا، تلواریں نکلیں، نیزوں کی دنیا چمکی، فضا میں برچھیاں تیرنے لگیں، کربلا کی دھرتی خون سے رنگین ہونے لگی، حضرتِ امام عالی مقام کے تمام رفقا کے بعد دیگرے دشمنوں کو اس کے خون میں ڈبو کر، لاشوں پر لاشیں گرا کر، خود مالک حقیقی سے جا ملے۔

جب دوست واحباب، خویش واقارب سب کے سب جام شہادت نوش فرما چکے تو آپ نے بھی عمامہ رسول سر پر باندھا، ہاتھوں میں ذوالفقار حیدری کو لیا، مستورات کو صبر وتحمل کا سبق دے کر حضرت امام عالی مقام اس شان سے نکلے:

کس شیر کی آمد ہے کہ دن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

حضرت امام عالی مقام میدان میں تشریف لے گئے اور اتمام حجت کی خاطر آپ نے تقریر فرمائی کہ اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ خوب سوچ لے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں نواسہ رسول جگر گوشہ بتول فرزند علی، دل بند نبی ہوں۔ اے لوگو! میں خود نہیں آیا ہوں بلکہ بلایا گیا ہوں، بتاؤ یہ کہاں کی شرافت ہے کہ ایک مہمان کو بلا کر اس کے ساتھ غیر شریفانہ برتاؤ اختیار کیا جائے۔ یزیدیو! تم لوگ میرے خون کے درپے کیوں ہو؟ بتاؤ کیا میں نے تمہارا حق غصب کیا؟ کیا میں نے تمہارا عرصہ حیات تنگ کر دیا؟ کیا میں نے تمہاری جائیداد ضبط کر لی؟ کیا میں نے تم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے؟ یزیدیوں نے کہا: نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا: جب یہ ساری باتیں نہیں ہیں تو پھر تم لوگوں نے میرا پانی کیوں بند کیا؟ میرے راستے میں خاردار روڑے کیوں ڈالے؟ میرے جانثاروں کو کیوں شہید کیا؟ میرے بچوں کو اپنے تیر کا نشانہ کیوں بنایا؟ میں ہمدردانہ طریقے سے کہتا ہوں کہ اب بھی وقت ہے کہ توبہ کرو، اپنے ہاتھ کو ناحق خون سے نہ رنگو، دولت کے پجاریوں نے کہا! مجھے بات نہیں بلکہ ہاتھ چاہیے۔

راکب دوش مصطفیٰ نے کہا: اگر تمہارے ذہن سے دولت کا نشہ نہیں اترتا تو پھر آؤ میں نشہ اتار دیتا ہوں، لشکر یزید سے گستاخ رسول نکلا ادھر نواسہ رسول نے اپنی ذوالفقار حیدری کو اشارہ کیا۔ ذوالفقار حیدری جو چمکی تو پھر یزیدیوں کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں جو بھی نواسہ رسول کے سامنے آیا اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ یزیدی چلا اٹھے کہ اگر یہی حال رہا تو علی کا شیر سب کو موت کی آغوش میں پہنچا دے گا۔ اس لیے یکبارگی حملہ کر دو اور قصہ تمام کر دو۔

لشکر اشقیا نے شبیری شیر کو نرغے میں لے لیا ہر طرف سے تلواریں ٹکرانے لگیں، شیر خدا کی آغوش میں تربیت یافتہ شیر جس طرف جھک گئے کشتے کے پشتے لگا دیئے، دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے رہے، پاسبان اسلام کے جسم میں متعدد زخم آچکے تھے، بدن لہولہان ہوتا رہا، آپ اپنی آہنی تلوار سے کفر کا سر قلم کرتے رہے، بدکاروں نے نیزوں کی اس قدر بارش کی کہ جسم اطہر مجروح ہو گیا، نقاہت دامن گیر ہو گئی اور آپ گھوڑے سے اس طرح زمین پر آئے کہ سجدہ محبت ادا فرما لیا۔

حضرتِ امام عالی مقام نے کشتی اسلام کو اپنے خون میں تیرا کر ساحل سے ہم کنار فرما دیا۔ حضرت امام عالی مقام شہید ہو کر یزیدیت کے تابوت میں حق وصداقت کی آخری کیل ٹھونک گئے، مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو امام عالی مقام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۳۹ کا بقیہ..........

تصنیف کیں۔ گستاخ رسول گروہ کا مدلل احتساب فرمایا۔ اسلام کی دعوت وتبلیغ کی غرض سے انگریزی میں کئی کتابیں لکھیں۔ آپ کی درجنوں کتابیں اصلاحی، اعتقادی عناوین نیز فتنوں کی بیخ کنی پر مبنی ہیں۔ آپ فکر رضا کے داعی اور مسلکِ سلف صالحین کے ترجمان تھے۔ اعلیٰ حضرت کے مسلک حق کی اشاعت تاعمر کی۔

۲۲/ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ/ ۲۲/اگست ۱۹۵۴ء کو آپ کا وصال ہوا، جنت البقیع مدینہ منورہ میں دفن ہوئے اور آپ کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ ؎

علیم خستہ جاں، تنگ آ گیا ہے دردِ ہجراں سے
الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو

آرزوئے دلی پوری ہوئی۔ ارضِ طیبہ اور فضائے طیبہ میں مدفن ملا، سبحان اللہ ؎

مر کے جیتے ہیں جوان کے در پہ جاتے ہیں
حسنؔ جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

◆◆◆

از: عالمہ اے رضویہ*

وفا کے باغ میں میرا حسین زندہ ہے

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہیں، جس کا نانا ہو سید الانبیا، نانی ہو خدیجۃ الکبری، ماں ہو سید النسا، باپ ہو سید الاولیا، تو بیٹے پیدا ہوتے ہیں سید الشہدا! کون امام حسین جن میں نبی کا نور بھی ہے، علی کا خون بھی ہے، فاطمہ کا دودھ بھی شامل ہے تو ہوتے ہیں حسن و حسین، گلشن نبوت کے مہکتے پھول، رَیحَانَۃُ الرَّسُوْل، راکب دوش مصطفےٰ، جگر گوشہ مرتضیٰ، دلبند زہرا، پیکر صبر رضا، امام عالی مقام، سید الشہدا، سلطان کربلا حضرت سیدنا امام حسین رَضِیَ اللہ عَنْہ اہل بیت اطہار کے وہ حسین و جمیل شہزادے ہیں جن پر انسان تو کجا ملائکہ بھی نازاں ہیں۔

سرزمین کربلا کے خونی منظر میں آپ کی قربانیوں کی لازوال داستان نے شہادت کا وہ حسین باب رقم کیا کہ شہادت کو بھی آپ کی شہادت پر فخر و غرور آ گیا۔ آپ کی شان عظمت نشان کے بارے میں آپ کے نانا جان فخر انبیا و رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بوسہ لیتے ہوئے ارشاد فرمایا: مرحَبًا بِمَنْ فَدَیتُہٗ بِابْنِی۔ ایسے کو مرحبا جس پر میں نے اپنا بیٹا قربان کیا۔ (تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۲۰۰، بلفظ فدیت من، آئینہ قیامت، ص ۱۴)

مولیٰ امام حسین کی سیرت، صورت، صفات، خصائل، عزم و ہمت، ظلم و جبر کے مقابلے میں استقامت، شجاعت و جوان مردی، باطل کے منہ زور طوفان کے سامنے حق کی علمبرداری کے واقعات کتب تاریخ سے لبریز ہیں یہاں میں کچھ عرض کرتی ہوں کہ میری کوئی اوقات نہیں بس سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صدقہ ہے امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرچم حق کی سربلندی کے لئے اپنی جان کی بھی بازی لگا کر راہ شہادت میں ایسی تاریخ رقم کی کہ جس کی مثال نہ پہلے تھی اور نہ ہوگی بلکہ تا صبح قیامت تک حضرت سیدنا امام عالی وقار امام حسین رَضِیَ اللہ عَنْہ اور ان کے رفقا کی قربانیوں کے حسین تذکرے تاریخ کے صفحات و اوراق پر چمکتے دمکتے رہیں گے اور محرم الحرام کی آمد سے ہی یاد کربلا تازہ ہو جاتی ہے۔

زبان پر شہدائے کربلا بالخصوص نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول، نور نظر مرتضیٰ کی سیرت کے دلنشین تذکرے دلوں میں کیف و سرور پیدا کر دیتے ہیں زبان پر اہل بیت اطہار کے فضائل و کمالات کے نغمے چھڑ جاتے ہیں، آنکھیں شہدائے کرب و بلا کی قربانیاں یاد کر کے پرنم ہو جاتی ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ آج بھی کرب و بالا کے تپتے ریگ زاروں سے حسینی کردار امت کو جذبہ ایثار و قربانی کے لئے ابھارتا ہے، عظمت دین اور اعلی کلمۃ الحق کا پرچار کرنے کے لئے انگیخت کرتا ہے۔ ؎

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حضرت امام حسین رضی اللہُ عنہ کی ولادت 5 شعبانُ المعظم 4 ہجری کو حضرت علی رضی اللہُ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہُ عنہا کے گھر مدینۂ منورہ میں ہوئی۔ آپ کا اسمِ مبارک حسین رکھا گیا۔ آپ کی کُنیت ''ابو عبدُ اللہ'' اور آپ کے القاب ''سِبطُ رَسُولِ اللہِ'' (یعنی رسولِ خدا کے نواسے) اور ''رَیحَانَۃُ الرَّسُوْل'' (یعنی رسولِ خدا کے پھول) ہیں۔

آپ نے دس محرمُ الحرام 61 ہجری 10 محرم کو میدانِ کربلا میں باطل کو خاک میں ملا کر جام شہادت نوش فرمایا، اللہ کے رسول کا امام حسین سے تعلق: اللہ تعالیٰ کے حبیب سرور کشور رسالت نبی آخر الزمان صَلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسَلَّم امام عالی مقام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''حُسین (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہیں اور میں حُسین (رضی اللہ عنہ) سے ہوں، اللہ پاک اُس سے محبّت

* مضمون نگار مرکز جامعہ نظامیہ صالحات کرلا ممبئی کی معلمہ ہیں۔

فرماتا ہے جو حُسین (رضی اللہ عنہ) سے محبّت کرے، حُسین اَسباط میں سے ایک ''سِبط'' ہیں۔ (ترمذی ج ۵ ص ۴۲۹ حدیث ۳۸۰۰)

حضرتِ مفتی احمد یار خان رَحْمۃُ اللہ علیہ اِس حدیثِ پاک کے تحت اِرشاد فرماتے ہیں: میں اور حُسین گویا ایک ہی ہیں ہم دونوں سے محبّت ہر مسلمان کو چاہیے، مجھ سے محبّت حُسین سے محبّت ہے اور حُسین سے محبّت مجھ سے محبّت ہے۔ (مِراۃ ج ۸ ص ۴۸۰)

گلشن رسالت کے دو پھول

امام حسن اور امام حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا! کائنات رنگ و بو میں وہ مبارک ہستیاں ہیں جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: هُمَا رَيْحَانَىَ مِنَ الدُّنْيَا حسن و حُسین (رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا) دُنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۴۷ حدیث: ۳۷۵۳)

کیا بات رَضاؔ اُس چمنستانِ کرم کی
زَہرا ہے کلی جس میں حُسین اور حَسن پھول

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں نونہالوں کو پھول کی طرح سونگھتے اور سینۂ مبارک سے لپٹاتے۔ (ترمذی ج ۵ ص ۴۲۸ حدیث ۳۷۹۷، فضائل امام حسین، ص ۶)

جنت میں مقام حسنین کریمین

''اَلحَسَنُ وَالحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔ یعنی حَسَن اور حُسَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جنّتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔'' (ترمذی، ج ۵، ص ۴۲۶، ح ۳۷۹۳)

محبت حسنین کریمین درحقیقت محبت رسول ہے

آقا دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی شیر خدا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لخت جگر امام حسن اور امام حسین سے بے پناہ محبت اور پیار کیا کرتے تھے اور ایک مقام پر حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کیا اور ان کی محبت کو اپنی محبت کا معیار قرار دیا اور ان سے عداوت یعنی دشمنی کو اپنی دشمنی قرار دی چنانچہ ارشاد نبی کریم ہے:

''مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ۔ یعنی جس نے ان دونوں سے محبّت کی اس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔'' (ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فی فضائل اصحاب رسول)

ضیا پاش چہرہ امام حسین

حضرت علّامہ جامیؔ قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں: حضرت امامِ عالی مقام سیّدُنا امام حُسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان یہ تھی کہ جب اندھیرے میں تشریف فرما ہوتے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مبارَک پیشانی اور دونوں مقدّس رُخسار (یعنی گال) سے انوار نکلتے اور قرب و جوار ضِیا بار (یعنی اطراف روشن) ہو جاتے۔ (شَواہِدُالنُّبُوَّۃ ص ۲۲۸)

تیری نسلِ پاک میں ہے بچّہ بچّہ نور کا
تُو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

امام عالی مقام کی شہادت کا شہرہ

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اپنی مشہور کتاب ''سوانح کربلا'' میں فرماتے ہیں: حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کے ساتھ ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور ہو چکی، شیر خوارگی کے ایام میں حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام الفضل کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی، خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اس نونہال کو زمین کربلا میں خون بہانے کے لیے اپنا خونِ جگر (دودھ) پلایا، علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دل بند جگر پیوند کو خاک کربلا میں لوٹنے اور دم توڑنے کے لئے سینہ سے لگا کر پالا، مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیابان میں سوکھا حلق کٹوانے اور راہ خدا عزوجل میں مردانہ وار جان نذر کرنے کے لئے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی آغوشِ رحمت میں تربیت فرمایا، یہ آغوشِ کرامت و رحمتِ فردوسی چمنستانوں اور جنتی ایوانوں سے کہیں زیادہ بالا مرتبت ہے، اس کے رتبہ کی کیا نہایت اور جو اس گود میں پرورش پائے اس کی عزت کا کیا اندازہ۔

اس وقت کا تصور دل لرزا دیتا ہے جب کہ اس فرزند

اسلاف و اخلاف

ارجمند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کی مسرت کے ساتھ ساتھ شہادت کی خبر پہنچی ہوگی، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چشمۂ رحمت چشم نے اشکوں کے موتی برسا دیئے ہوں گے، اس خبر نے صحابہ کبار جاں نثارانِ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل ہلا دیئے، اس درد کی لذت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل سے پوچھئے، صدق وصفا کی امتحان گاہ میں سنتِ خلیل علیہ السلام ادا کر رہے ہیں۔

حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خاکِ زیرِ قدمِ پاک پر قربان! جس کے دل کا ٹکڑا نازنین لاڈلا سینہ سے لگا ہوا ہے، محبت کی نگاہوں سے اس نور کے پتلے کو دیکھتی ہیں، وہ اپنے سرور آفریں تبسم سے دلربائی کرتا ہے، ہمک ہمک کر محبت کے سمندر میں تلاطم پیدا کرتا ہے، ماں کی گود میں کھیل کر شفقتِ مادری کے جوش کو اور زیادہ موجزن کرتا ہے، میٹھی میٹھی نگاہوں اور پیاری پیاری باتوں سے دل لبھاتا ہے۔

عین ایسی حالت میں کربلا کا نقشہ آپ کے پیش نظر ہوتا ہے، جہاں یہ چہیتا، نازوں کا پالا، بھوکا پیاسا، بیابان میں بے رحمی کے ساتھ شہید ہو رہا ہے، نہ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ ہیں نہ حسن مجتبیٰ، عزیز واقارب برادر وفرزند قربان ہو چکے ہیں، تنہا یہ نازنین ہیں، تیروں کی بارش سے نوری جسم لہولہان ہو رہا ہے، خیمہ والوں کی بے کسی اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور راہِ خدا عزوجل میں مردانہ وار جان نثار کرتا ہے، کربلا کی زمین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پھول سے رنگین ہوتی ہے، وہ شمیم پاک جو حبیب خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیاری تھی کوفہ کے جنگل کو عطر بیز کرتی ہے، خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نظر کے سامنے یہ نقشہ پھر رہا ہے اور فرزند سینہ سے لپٹ رہا ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبریل نے خبر دی کہ میرے بعد میرا فرزند حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمینِ طَف میں قتل کیا جائے گا اور جبریل علیہ السلام میرے پاس یہ مٹی لائے، انہوں نے عرض کیا کہ یہ (حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خوابگاہ (مَقتَل) کی خاک ہے۔ طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۲۸۱۴، ج۳، ص۱۰۷)

◆◆◆

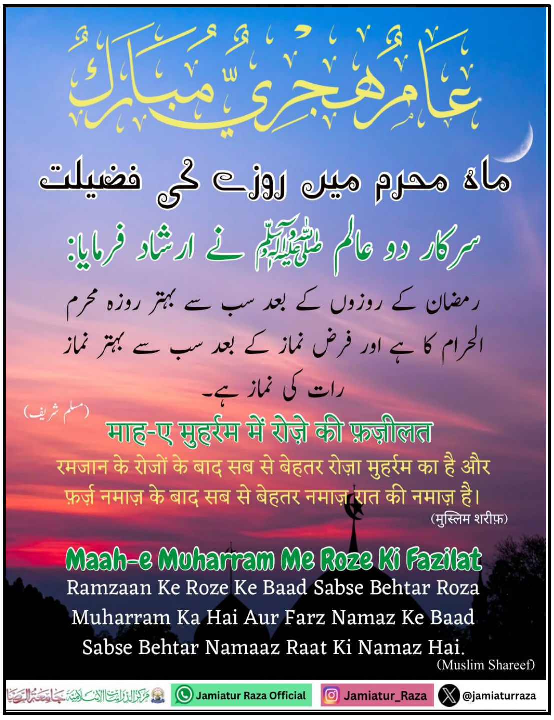

حدیث ''لولاک لما خلقت الأفلاک'' کی حقیقت وحیثیت

از: مولانا طفیل احمد مصباحی*

''لولاک لما خلقت الافلاک'' بطورِ حدیث کافی مشہور ہے لیکن بعض محدثین نے اس پر کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ محدثین کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں، ہاں! سند الفقہاء والمحدثین حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر محدثین نے اس حدیث کو معنی کے اعتبار سے درست قرار دیا ہے اور اس حوالے سے حضرت ابن عباس، حضرت عمر اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم سے مرفوع روایات اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایک اثر بھی پیش کیا ہے۔ ملا علی قاری کے الفاظ یہ ہیں:

''لَوْ لاكَ لما خَلَقْتُ الأفلاك. قال الصغانی: إنه موضوع، كذا فی الخلاصة لكن معناه صحيح فقد روى الديلمی عن ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعاً: أتانی جبريل فقال: يا محمَّد لولاكَ ما خُلِقَتِ الجنّةُ و لَوْ لاكَ ما خُلِقَتِ النار و في رواية ابن عساكر: لَوْ لاكَ ما خُلِقَتِ الدُّنيا. (الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، ص:288 مطبوعہ: المکتب الاسلامی بیروت)

ترجمہ: زیر نظر حدیث " لولاک لما خلقت الأفلاک " کے متعلق امام صغانی کی رائے ہے کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ ''خلاصہ'' میں ہے لیکن یہ حدیث معنیٰ کے اعتبار سے درست ہے۔ امام دیلمی نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا: یا رسول اللہ! (ﷺ) اگر آپ نے ہوتے تو جنت اور دوزخ کی تخلیق نہ ہوتی۔ امام ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو دنیا کی تخلیق نہ ہوتی۔''

کشف الخفاء للعجلونی میں ہے: ''أتانی جبريل فقال: يا محمد لولاک ما خلقت الجنة و لولاک لما خلقت النار رواه الديلمی عن ابن عمر. (حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو جنت اور دوزخ پیدا نہ کی جاتی۔'' (کشف الخفاء للعجلونی، جلد اوّل، ص:59 مطبوعہ: مکتبۃ العلم الحدیث بیروت)

المستدرک للحاکم میں ہے: ''عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أوحى الله إلى عيسى عليه السلام: يا عيسى! آمن بمحمد وأمر من أدركه من أمتک أن يؤمنوا به فلولا محمد ما خلقت آدم، و لولا محمد ما خلقت الجنة و لا النار و لقد خلقت العرش على الماء فاضطرب، فكتب عليه لا إله إلا الله محمد رسول الله فسكن.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی نازل فرمائی کہ اے عیسیٰ! محمد (ﷺ) پر ایمان لاؤ اور تمہاری امت میں سے جو لوگ ان کو پائیں، وہ ان پر ایمان لائیں، اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا، جب میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا، اس پر میں نے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا تو وہ ساکن ہو گیا۔'' (المستدرک علی الصحیحین للحاکم، جلد دوم ص:722 حدیث نمبر:4286 مطبوعہ: دار الحرمین للطباعۃ والنشر مصر)

کنز العمال میں ہے: ''أتانی جبريل فقال: يا محمد! لولاك ما خلقت الجنة و لولاك ما خلقت النار. حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آکر بولے: اے محمد ﷺ اگر آپ نہ ہوتے تو جنت اور دوزخ

* مضمون نگار ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کے سابق نائب مدیر ہیں۔

کی تخلیق نہ ہوتی۔'' (کنز العمال للمتقی، جلد 11 ص 431 حدیث نمبر: 32025 مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

مندرجہ ذیل روایت سے بھی متعلقہ بحث (حضور نبی کریم ﷺ باعث تخلیق کائنات ہیں) کی تائید ہوتی ہے، جسے امام متقی ہندی نے کنز العمال میں اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔ (المستدرک للحاکم، جلد دوم، ص: 722 حدیث نمبر: 4287) بھی یہ روایت موجود ہے:

''لما اقترف آدم الخطيئة قال: يا رب! اسألك بحق محمد إلا غفرت لي، فقال الله تعالى: و كيف عرفت محمداً و لم أخلقه بعد، قال: يا رب! لأنك لما خلقتني بيدك و نفخت في من روحك رفعت رأسي فرأيت على قوائم العرش مكتوباً " لا إله إلا الله محمد رسول الله " فعلمت أنك لم تضف إلى اسمك إلا أحب الخلق إليك، فقال الله عز و جل: صدقت يا آدم! إنه لأحب الخلق إلي و إذا سألتني بحقه فقد غفرت لك، و لو لا محمد ما خلقتك. (کنز العمال للمتقی، جلد: 11 ص: 455 حدیث نمبر: 32138 مطبوعہ: بیروت)

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو وہ بارگاہِ الٰہی میں عرض گذار ہوئے: اے میرے رب! جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میری مغفرت فرما۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اے آدم! تم نے محمد (ﷺ) کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی میں نے ابھی ان کو دنیا میں بھیجا بھی نہیں ہے۔ اس پر حضرت آدم علیہ السلام عرض گذار ہوئے: مولیٰ! جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور مجھ میں روح ڈالی تو میں نے عرش کے پایوں پر " لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ " لکھا ہوا پایا جس سے میں جان گیا کہ جس ذات کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ متصل و منسوب کیا ہے وہ تیرے نزدیک افضل اور محبوب ترین ہستی ہے، اس پر اللہ رب العزت نے فرمایا: بے شک وہ (حضور محمد مصطفیٰ ﷺ) میرا محبوب ترین بندہ ہے، اے آدم! جب تو نے ان کے وسیلے سے مغفرت طلب کی ہے تو میں نے تمہیں بخش دیا۔ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔''

توضیح وتشریح:

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
کونین کی خاطر انہیں سرکار بنایا

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیشمار فضائل وخصوصیات سے نوازا ہے، آپ ﷺ اللہ عز وجل کے نائبِ مطلق مظہر ذاتِ الٰہی افضل الانبیاء والمرسلین اور وجہِ تخلیق کائنات ہیں۔ دونوں جہاں آپ کے صدقے وجود میں آئے۔ اگر آپ کی تخلیق نہ ہوتی تو یہ دنیا بھی وجود میں نہیں آتی۔ اہلِ سنت وجماعت کا یہ بنیادی عقیدہ ہے۔ لطائفِ اشرفی کی مذکورہ حدیث " لولاک لما خلقت الأفلاک " میں اسی مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے۔ عاشقِ رسول حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہورِ زمانہ قصیدہ بردہ شریف میں اسی حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے:

وَ كَيْفَ تَدْعُو إِلَى الدُّنْيَا ضَرورَةُ مَن
لولَاهُ لَم تخرَجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ

یعنی کوئی ضرورت آپ کو دنیا کی طرف کیسے بلاسکتی ہے جب کہ آپ کے مقام ومرتبہ کا یہ عالم ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو یہ دنیا عدم سے وجود میں نہیں آتی۔

حضور نبی کریم ﷺ باعث تخلیق کائنات بھی ہیں اور پوری کائنات کے اصل وجوہر بھی ہیں، اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ اللہ عز وجل نے اپنے نور سے سب سے پہلے اپنے محبوب جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا اور پھر نورِ نبی سے پوری کائنات کی تخلیق فرمائی۔ لہٰذا آپ وجہِ کن فکاں بھی ہیں اور باعث تخلیق کائنات جانِ کائنات اور اصلِ کائنات بھی ہیں، حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کو اللہ عز وجل نے سراپا نور بنایا اور لباسِ بشریت میں اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ قرآن ناطق ہے: قد جاء کم من الله نور و کتاب مبین۔ (تحقیق کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آ گیا) اس آیت میں ''نور''

سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ امام جلال الدین سیوطی لفظ ''نُور'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَ هُوَ النَّبِيّ صلّى الله عليه و آله و سلّم۔ یعنی اس آیت میں نور سے مراد حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی ذات کو نور سے کیوں موسوم کیا تو اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ صاوی لکھتے ہیں: وَ سُمِّيَ نُوْرًا لِاَنَّهٗ يَنَوِّرُ الْبَصَائِرَ وَ يَهْدِيْهَا لِلرَّشَادِ وَ لِاَنَّهٗ اَصْلُ كُلِّ نُوْرٍ حِسِّيٍّ وَ مَعْنَوِيٍّ۔ یعنی حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذات پاک کو نور اس لیے بنایا گیا کہ آپ بصیرتوں کو روشن کرتے ہیں اور انہیں رُشد و ہدایت عطا فرماتے ہیں اور اس لیے کہ آپ ہر نورِ حِسّی (ظاہری نور) اور نورِ معنوی (باطنی نور/علم و ہدایت) کی اصل ہیں۔''

(تفسیر صاوی، سورۃ المائدۃ، تحت الآیۃ:15، جلد دوم ص:486 بیروت)

مصنف عبد الرزاق کی بڑی مشہور حدیث ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب حضور نبی کریم ﷺ سے اللہ رب العزت کی پہلی تخلیق کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: یا جابر! ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ. (اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق (کو پیدا کرنے) سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔''

حضرت علامہ احمد قسطلانی علیہ الرحمہ اپنی مایۂ ناز تصنیف ''المواھب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ'' میں روایت نقل فرماتے ہیں:

''و روی عبد الرزاق بسنده عن جابر بن عبد الله الأنصاري قال: قلت: يا رسول الله، بأبي أنت و أمي أخبرني عن أول شيء خلقه الله تعالى قبل الأشياء. قال: يا جابر! إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره، فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالى، و لم يكن في ذلك الوقت لوح و لا قلم، و لا جنة و لا نار، و لا ملك و لا سماء، و لا أرض و لا شمس و لا قمر، و لا جني و لا أنسي فلما أراد الله تعالى أن يخلق الخلق قسم ذلك النور أربعة أجزاء، فخلق من الجزء الأول القلم، ومن الثاني اللوح، ومن الثالث العرش. ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء، فخلق من الجزء الأول حملة العرش، و من الثاني الكرسي، ومن الثالث باقي الملائكة، ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء، فخلق من الأول السماوات، ومن الثاني الأرضين و من الثالث الجنة و النار، ثم قسم الرابع أربعة أجزاء، فخلق من الأول نور أبصار المؤمنين، و من الثاني نور قلوبهم - وهي المعرفة بالله - و من الثالث نور أنسهم، و هو التوحيد لا إله إلا الله محمد رسول الله. (المواھب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، جلد اوّل، ص:3736 مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: امام عبد الرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول للہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کون سی چیز پیدا فرمائی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر وہ نور مشیت الٰہی کے مطابق جہاں چاہتا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا، نہ آسمان تھا نہ زمین، نہ سورج تھا نہ چاند، نہ جن تھا اور نہ انسان۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے حصے سے قلم بنایا، دوسرے حصے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے۔ پھر چوتھے کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے آسمان بنائے، دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ بنائے۔ پھر چوتھے

حصے کومزید چار اجزا میں تقسیم کیے۔ پہلے سے مومنین کی آنکھوں کے نور بنائے، دوسرے سے ان کے دلوں کے نور یعنی معرفۃ باللہ پیدا کی۔ تیسرے سے ان کی انسیت کا نور یعنی کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو پیدا فرمایا۔''

اسی مفہوم کی روایت مصنَّفِ عبد الرزاق میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ اللہ عز وجل نے سب سے پہلے اپنے نور سے اپنے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک ﷺ کے نور کو پیدا کیا اور نورِ محمدی کو مختلف حصوں میں تقسیم کرکے کائنات اور اس کی مختلف چیزیں پیدا کیں۔

''عبد الرزاق عن معمر عن ابن المنكدر عن جابر قال: سألت رسول الله صلى الله عليه و سلم عن أول شيئ خلقه الله تعالى ؟ فقال: هو نور نبيك يا جابر خلقه الله، ثم خلق فيه كل خير، و خلق بعده كل شيء، و حين خلقه أقامه قدامه من مقام القرب اثنى عشر ألف سنة، ثم جعله أربعة أقسام فخلق العرش و الكرسى من قسم و حملة العرش و خزنة الكرسى من قسم، و أقام القسم الرابع فى مقام الحب اثنى عشر ألف، ثم جعله أربعة أقسام فخلق القلم من قسم، و اللوح من قسم، و الجنة من قسم ، ثم أقام القسم الرابع فى مقام الخوف اثنى عشر ألف سنة جعله أربعة أجزاء فخلق الملائكة من جزء، و الشمس من جزء، و القمر و الكواكب من جزء، و أقام الجزء الرابع في مقام الرجاء اثنى عشر ألف سنة ، ثم جعله أربعة أجزاء فخلق العقل من جزء و العلم و الحكمة و العصمة و التوفيق من جزء......إلى أن أوصله الله صلب عبد الله بن عبد المطلب ، و منه إلى رحم أمى آمنة بنت وهب ، ثم أخرجني إلى الدنيا فجعلني سيد المرسلين و خاتم النبيين و رحمة للعالمين و قائد الغر المحجلين و هكذا كان بدء خلق نبيك يا جابر۔''(الجزء المفقود من الجزء الأول من المصنف لعبد الرزاق، ص:6664 مطبوعہ: مؤسسۃ الشرف، لاہور پاکستان)

علامہ احمد قسطلانی میلاد نامۂ ابن طغربک کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ جب اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو انہوں نے کہا: یا رب العالمین! تو نے میری کنیت ''ابومحمد'' کیوں رکھی۔ اس پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اے آدم! اپنے سر کو اٹھا۔ جب انہوں نے اپنے سر کو اٹھایا تو عرش کے پایہ میں انہیں نورِ محمدی نظر آیا۔ اس وقت انہوں نے کہا: اے میرے رب! یہ کیسا نور ہے۔ رب نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد میں سے اس کا نور ہے جس کا نام آسمان میں احمد اور زمین پر محمد (ﷺ) ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا۔ اس بات کی تائید امام حاکم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کے پایوں محمد رسول ﷺ کا اسمِ مبارک لکھا ہوا پایا اور اللہ رب العزت نے ان سے فرمایا: اے آدم! اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔''

المواہب اللدنیہ کی پوری عبارت کچھ اس طرح ہے:

''و فى المولد الشريف لابن طغربك: و يروى أنه لما خلق الله تعالى آدم ألهمه أن قال : يا رب لم كنيتنى أبا محمد قال الله تعالى : يا آدم ! ارفع رأسك ، فرفع رأسه فرأى نور محمد ﷺ فى سرادق العرش، فقال: يارب ماهذا النور؟ قال: هذا نور نبى من ذريتك اسمه فى السماء أحمد، و في الأرض محمد لولاه ما خلقتك و لا خلقت سماء و لا أرضاً. و يشهد لهذا ما رواه الحاكم فى صحيحه أن آدم عليه السلام رأى اسم محمد ﷺ مكتوباً على العرش و أن الله تعالى قال لآدم : لو لا محمد ما خلقتك۔''.(المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، جلد اوّل ص:35 مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت)

◆◆◆

از: حافظ افتخار احمد قادری*

تاجدارِ اہلِ سنّت کی شخصیت
قرآن وحدیث کی روشنی میں

امام الفقہاء والمحدثین، مجدد ابن مجدد، ابو البرکات محی الدین جیلانی، تاجدارِ اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند محمد مصطفےٰ رضا خان قادری علیہ الرحمۃ الرضوان کی ذاتِ گرامی دور حاضر کے مسلمانوں کے لیے محتاج تعارف نہیں، شریعت وطریقت، علم وعمل، زہد وورع، خلوص وللّٰہیت، تقویٰ و تقدس، تفقہ فی الدین اور اس طرح کے سینکڑوں کمالات اس دور میں جس ذات اقدس میں مجموعی طور پر پائے جاتے تھے، وہ تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی مقدس شخصیت تھی، وقت کا وہ عظیم المرتبت تاجدار جس کے دربار عالی کی گداگری کر کے ہزاروں تاجدار بن گئے۔

جس کے کردار وعمل اور اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر لاکھوں گم گشتگان راہ منزل راہ ہدایت پر گامزن ہو کر منزل مقصود تک پہنچ گئے، جس کے فیض وکرم کے سمندر سے کروڑوں تشنگانِ فیوض و برکات سیراب ہو گئے، جس کی نگاہ کرم سے بے شمار انسانوں کی اجڑی ہوئی زندگیاں سنور گئیں، جس کے فیوض و برکات کی لازوال نعمت سے استفادہ صرف عوام الناس ہی نے نہیں کیا بلکہ باکمال نفوسِ قدسیہ نے بھی کیا اور جس کے مبلغ علم کا پھریرا کائنات میں لہرا رہا ہے، اسی ذاتِ گرامی کے ادنیٰ مدح سراؤں کی آخری صف میں جگہ مل جانا میں اپنے لئے باعث افتخار اور ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔

لہٰذا ذیل میں اسی عالی شان مرتبت ہستی کا تعارف اور عکسِ جمیل آیاتِ ربانی اور فرموداتِ محبوبِ سبحانی کی روشنی میں قارئین کے حوالے کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

تاجدارِ اہل سنت قرآن مجید کی روشنی میں

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: الا ان أولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون.
(پارہ 11 ر رکوع 12)

ترجمہ: اللہ کے ولیوں کو نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ. (پارہ 04 ر رکوع 14)

ترجمہ: اے محبوب! آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمابردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

ولایت کی متعدد منزلیں ہیں: حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ولی وہ ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آجائے اور انسان اس کا دیدار کرتے ہی اللہ رب العزت کی یاد میں مشغول ہونے پر مجبور ہو جائے، متکلمین کہتے ہیں: ولی وہ ہے جو اعتقاد صحیح مبنی پر دلیل رکھتا ہو اور اعمالِ صالحہ شریعت کے مطابق بجالاتا ہو، بعض عارفین نے فرمایا: ولایت نام ہے قرب الٰہی اور ہمیشہ اللہ رب العزت کے ساتھ مشغول رہنے کا حضرتِ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ولی وہ ہے جو متبع سنت ہو جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں ہوتا اور نہ کسی چیز کے فوت ہونے کا غم۔

ان علامات کی روشنی میں تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی بلند شخصیت کو اگر آپ دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ ولایت کی کس منزل پر فائز تھے، چہرہ اقدس پر نظر پڑتی تو بے ساختہ دل یہی پکارتا کہ ہمیشہ خدا ہی کی یاد میں مشغول رہو، کوئی عقیدہ وعمل شریعت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف نظر نہیں آتا تھا، دنیا میں رہ کر اکثر وقت یادِ خدا ہی میں گزرتا تھا، اتباع سنت کی باری آتی تو مؤکدہ اور غیر مؤکدہ سب

پر پابندی سے یکساں عمل فرماتے - گفتار و کردار میں بال برابر بھی فرق نہ ہوتا - جو بات زبان پر ہوتی وہی عمل سے ثابت کر کے دکھاتے یہی وجہ تھی کہ آپ کے قلب میں نہ غیر اللہ کا کوئی خوف تھا اور نہ کسی چیز کا کوئی غم -

اسی لیے کہا گیا ہے: من کان لله کان الله له. جو اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ اس کا ہو جاتا ہے اور مشہور مقولے کے مطابق ''ولی را ولی می شناسد'' ولی کو ولی پہچانتا ہے - حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کو مادر زاد ولی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کیونکہ آپ کے پیر و مرشد حضرت ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ الرضوان نے یہ اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب کہ آپ کی عمر شریف چھ ماہ کی تھی کہ یہ بچہ ولی ہے - اس سے بڑی ولایت کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے جبکہ ایسا عالی مرتبت ولی چھ ماہ کی عمر میں ولی فرمائے اور بیعت کے بعد خلافت سے بھی نوازے یہ ہے پیر و مرشد کی نگاہ میں سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کا مقام -

''ان أولیائه الا المتقون. (پارہ 09 رکوع 17)

ترجمہ: اس کے دوست تو پرہیزگار ہی ہیں -

الذین اٰمنوا وکانوا یتّقون. (پارہ 12 رکوع 12)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں -

یعنی جن کا ایمان اللہ رب العزت کی توحید اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن مجید کی حقانیت پر اتنا مستحکم ہوتا ہے کہ ابلیسی وسوسہ اندازی اور کوئی مصیبت انہیں متزلزل نہیں کر سکتی اور ان کا ظاہر و باطن تقویٰ کے نور سے منور ہوتا ہے غرضیکہ تمام اخلاق زینہ سے وہ پاک ہوتے ہیں، یہی تقویٰ کا وہ بلند مقام ہے کہ جہاں انسان پہنچتا ہے تو اسے خلعت ولایت سے مشرف کیا جاتا ہے اور اس پیکر عجز و نیاز کو وہ بلندی عطا کی جاتی ہے، جسے دنیا رشک بھری نظروں سے دیکھتی ہے، اگر کوئی ان کے ایمان و اتقا کا جائزہ لے تو تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان آسمان ولایت کے آفتاب و ماہتاب نظر آئیں گے - ایسا مومن کامل جس کے نور ایمان سے سیکڑوں صاحب ایمان ہو گئے اور ایسا متقی و پرہیزگار جس کا کسی نے مستحب بھی چھوٹتے ہوئے نہ دیکھا - جبکہ ہم تھوڑی سی تکلیف سے متاثر ہو کر رخصت پر عمل کرتے ہیں لیکن حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان نے اس مقام پر بھی عزیمت پر عمل کیا -

''انما یخشی الله من عبادہ العلماء ان الله عزیز غفور. (پارہ 22 رکوع 16)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں بیشک اللہ بخشنے والا عزت والا ہے -''

یعنی وہی لوگ پروردگار عالم سے خوف رکھتے ہیں جو اس کی ذات وصفات اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں، جتنا علم زیادہ ہوگا اتنا ہی خوف زیادہ ہوگا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: مراد یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ رب العزت کا خوف اس میں ہے جو اللہ رب العزت کے جبروت اور اس کی عزت وشان سے باخبر ہے -

بخاری و مسلم کی حدیث پاک میں ہے: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت کی قسم! میں اللہ رب العزت کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ خوف رکھنے والا - ظاہر ہے کہ انسان کو اللہ رب العزت کے قہر و غضب سے واقفیت نہیں ہوگی تو اس کے قلب میں خوف خدا کس طرح جاگزیں ہوگا اور جب خوف نہیں ہوگا تو صحیح معنیٰ میں اطاعت و بندگی بھی نہیں کر سکے گا -

تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی حیات طیبہ اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ آپ کا قلب خشیت ربانی سے کس قدر معمور و منور تھا کہ آپ نے کبھی مرضی مولیٰ کے خلاف قدم نہیں اٹھایا - فرائض خداوند قدوس کا اس قدر خیال کہ ضعف و نقاہت کے عالم میں بھی نماز نہیں چھوڑی - متعدد واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ نے نماز کی خاطر ٹرین تک چھوڑ دی اور پھر نماز کے اندر اتنا خشوع و خضوع نظر آتا کہ گویا دنیا و مافیہا سے بے خبر ہیں نماز کا ہر رکن صحیح معنیٰ میں اپنے مقام پر ادا فرماتے تھے - یہ سب خوف خدا کے دلائل ہیں ورنہ جس کے قلب

میں خوف خدانہ ہو وہ ان صفات کا حامل نہیں ہو سکتا۔

’’ولا یخافون لومۃ لائم. ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء والله واسع علیم. (پارہ06رکوع11)

ترجمہ: اور وہ کسی ملامت کا اندیشہ نہیں کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔‘‘

یہ آیتِ مبارکہ کا ایک ٹکڑا ہے اس سے پہلے پانچ اوصافِ حمیدہ ہیں۔ اسی آیت میں پروردگارِ عالم نے اپنے خاص بندوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں * اللہ کے پیارے * اللہ ان کا پیارا * مسلمانوں پر نرم * کافروں پر سخت * اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ چھٹا اور آخری وصف اللہ رب العزت نے بیان فرمایا کہ ان کو کسی کی مخالفت اور ملامت کا کوئی خوف نہیں ہوگا۔

اگرچہ تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی ذاتِ مقدسہ ان تمام اوصاف کی حامل تھی لیکن آخری وصف آپ کی ذات میں بدرجۂ اتم موجود تھا یعنی حق بات کہنے میں آپ کو کسی کی مخالفت و ملامت کا کوئی خوف نہیں ہوتا تھا۔ ہزاروں اور لاکھوں کے مجمع میں بھی اسٹیج پر کسی مقرر سے کوئی لغزش ہوتی تو فوراً اس کی اصلاح فرماتے اور قابلِ توبہ لغزش پر توبہ کراتے۔ حق گوئی و بیباکی کی ایسی مثال قائم فرمائی جس کو رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ جس وقت نس بندی کی تحریک چل رہی تھی اور ہر چہار جانب سے یا تو جواز کے فتوے تھے یا خموشی و سکوت کا عالم طاری تھا کسی کی مجال نہیں تھی کہ لب کشائی کرتا۔ کسی کو اپنی جان کا خوف تھا کسی کو اپنی عزت و آبرو کا۔

اس وقت یہی ایک مردِ مجاہد تھا جو سر سے کفن باندھ کر میدانِ جہاد کے اندر کودا اور اپنی جان و مال کا خیال کیے بغیر حرمت کا فتویٰ دے کر یہ ثابت کر دیا کہ اگر یزیدیت آج بھی جنم لے سکتی ہے اور شریعت مطہرہ کے کسی مسئلہ پر آنچ آسکتی ہے تو اس کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے آج بھی حسینی کردار ادا کرنے والے موجود ہیں۔ انہیں کسی کی مخالفت و ملامت کا خوف نہیں ہوتا اور یہ اپنی قلت اور دوسروں کی اکثریت کی کبھی پروا نہیں کرتے۔ اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے اس کام کے لیے اس دور میں تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کو منتخب فرمایا ورنہ کون تھا جو اس پرآشوب دور میں ایسی استقامت کا ثبوت دیتا اور اپنی ثابت قدمی سے اہل ایمان کے خرمنِ ایمان کو برباد ہونے سے بچاتا اسی لیے اللہ رب العزت ارشاد فرمایا: اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

تاجدارِ اہل سنت احادیث کی روشنی میں

’’عن معاوية قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين وانما انا قاسم والله يعطى. (مشکوۃ شریف، جلد اول)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: خدائے تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اسے دین کا فقیہہ بنا دیتا ہے اور خدا دیتا ہے اور میں مصطفےٰ تقسیم کرتا ہوں۔ یعنی اسے دینی علم، دینی سمجھ عطا فرماتا ہے فقہ ظاہری شریعت ہے جو علما کا منصب ہے اور فقہ باطنی طریقت و حقیقت ہے جو صوفیائے عظام کا مقام ہے۔ تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی شخصیت بایں معنیٰ مجمع البحرین تھی۔ وقت کا وہ تاجدار جس کے علم و فن کے سامنے بڑے بڑے منطقی و فلسفی زانوئے ادب طے کریں۔

جس کے سامنے بڑے بڑے محدث و مفسر اپنی حدیث دانی اور قرآن فہمی کو ہیچ سمجھیں جس کے فضل و کمال کا لوہا اپنے ہی نہیں غیر بھی تسلیم کریں اور تفقہ فی الدین کا ایسا بادشاہ جو بلا واسطہ امام اہل سنت حضور اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان سے اکتسابِ فیض کرے اور مسندِ افتا کا وہ شہنشاہ جس کے بارے میں صدر الافاضل حضرتِ علامہ سید شاہ نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی علیہ الرحمۃ الرضوان یہ فرمائیں کہ اگر کوئی اس وقت مفتی اعظم ہند ہے تو وہ آپ کی ذاتِ گرامی ہے اور پھر ظاہری علوم و فنون کے اقصیٰ منازل ہی طے نہیں فرمائے بلکہ باطنی علوم کی وہی دولت جو چھ ماہ کی عمر میں مل گئی تھی اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے غرضیکہ بارگاہِ نوری سے آپ کو سب کچھ عطا فرما دیا گیا تھا، اسی بارگاہِ نوری سے

نور لے کر اس طرح عالم کو منور و مجلی فرمایا کہ ایک زمانے تک عالم اسی نور سے جگمگاتا رہے گا اور اہل عالم کے کروڑوں افراد کے لیے وہ ضیا پاش کرنیں مینارہ نور وہدایت ثابت ہوتی رہیں گی۔

اس امت کی ایسی بلند شخصیتوں کے لیے حضرتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا تھا:

”حکما، علما، اتقیا، ابرار ان من اتفق انبیا یرضون من الله بایسر من الرزق ویرض الله من م بایسر من العمل۔ وہ علم وحکمت کی کانیں ہوں گے، تقویٰ و پرہیز گاری میں قابلِ تقلید نمونہ ہوں گے، تفقہ فی الدین اور شرعی اسرار ورموز جزئیات وقواعد واصول واحکام کی معرفت کے لحاظ سے انبیا کی مانند ہوں گے، وہ اللہ رب العزت پر تھوڑے سے رزق کے باوجود راضی وشاکر ہوں گے اور اللہ رب العزت ان سے تھوڑے عمل کے باوجود راضی ہوگا یعنی محض فرائض وواجبات اور سنن کی ادائیگی پر راضی ہوگا۔“

اگر انصاف کی نگاہ سے تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کے شب وروز کا آپ مطالعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کی ذاتِ اقدس ان تمام کمالات وفضائل کی حامل تھی اور یہ سب کچھ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دین تھی جیسا کہ حدیث پاک کے الفاظ سے ظاہر ہے اور خود بھی اس بات کا پورے طور پر اعتراف رکھتے تھے کہ مجھے یا کسی کو بھی جو کچھ ملتا ہے، وہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا ہے آپ فرماتے ہیں ؎

کھاتے ہیں تیرے در کا پیتے ہیں تیرے در کا
پانی ہے تیرا پانی دانہ ہے تیرا دانہ

”عن سفیان ان عمر بن الخطاب قال لكعب من ارباب العلم قال الذين يعملون بما يعملون قال فما اخرج العلم من قلوب العلماء قال الطمع.

حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: حضرتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا: اہل علم کون ہیں؟ انہوں نے کہا: جو اپنے علم کے مطابق عمل کریں پھر آپ نے پوچھا عالموں کے دلوں سے کون سی چیز علم کو نکال لیتی ہے تو انہوں نے جواب دیا: لالچ۔“ (مشکوٰۃ شریف، جلد اول)

علم کے انوار وتجلیات سے اگر کسی کا قلب روشن ہے تو وہ عالم باعمل ہی ہے، بے عمل عالم کا مقام اسلام کے اندر کچھ نہیں وہ حیوانوں کی طرح ہے جیسا کہ قرآن مجید کا فرمان ہے: کہ وہ گدھے کی طرح ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں اور جب کوئی شخص دنیاوی طمع ولالچ میں گرفتار ہوجاتا ہے تو وہ صحیح معنیٰ میں نہ خدمتِ دین کر پاتا ہے اور نہ اس کے اندر حق گوئی اور بیباکی رہتی ہے۔

تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی ذاتِ گرامی بے عملی اور دنیاوی طمع ولالچ سے کس قدر پاک و صاف تھی۔ آپ کی حیاتِ طیبہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ نے کبھی بھی اپنے علم کے خلاف قدم نہیں اٹھایا جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ اکثر اوقات آپ نے رخصت پر بھی عمل نہیں فرمایا بلکہ عزیمت پر ہی عمل فرمایا کرتے تھے اور دنیاوی طمع ولالچ سے آپ کا دامن کس قدر پاک وصاف تھا سیکڑوں واقعات آج بھی اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اگر کوئی آپ کی خدمت میں نذر پیش بھی کرتا تھا تو بہت مشکل سے قبول فرماتے تھے خاص طور سے ان مواقع پر جہاں زیادہ رقم لوگ پیش کرتے تو اس کو آپ قبول ہی نہیں فرماتے تھے اگر زیادہ اصرار بھی کیا گیا تو صرف ایک روپیہ قبول فرما لیا باقی واپس فرما دیئے، جیسا کہ الٰہ آباد میں ایک صاحب نے آپ کو گیارہ سو روپے پیش کئے تو آپ نے صرف ایک روپیہ ہی قبول فرمایا۔ (حیاتِ مفتی اعظم ہند)

اس طرح کے بہت سے واقعات موجود ہیں، یہ ہے تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کا دنیاوی دولت سے استغنا۔ اسی لیے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کا قلب علم کے انوار وتجلیات سے معمور تھا:

”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان العلماء ورثة الأنبياء وان الأنبياء لم توار ثوا دينار او لا درهما وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر. حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اسلاف واخلاف

علما نبیوں کے وارث ہیں پیغمبروں نے کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہ بنایا انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا۔'' (مشکوۃ شریف، جلد اوّل)

جب انبیائے کرام علیہم السلام نے علمائے کرام کو اپنا وارث بنایا تو مورث جب اتنے اعلیٰ ہیں تو وارث بھی اعلیٰ درجے پر ہی فائز ہوں گے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام علیہم السلام میں سب سے افضل! تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے علما بھی انبیا سابقین کی امتوں کے علما سے افضل ہوئے۔

اسی لیے دوسری حدیث پاک میں سرکار نے اس کی صراحت بھی فرمائی ہے کہ دوسری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں یعنی جس طرح ان انبیائے کرام نے اپنی امتوں کو تبلیغ فرمائی انہیں حلال وحرام، فرض وواجب کی تعلیم فرمائی، نیکی وبدی اور معروف ومنکر کی وضاحت فرمائی ان کا تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب فرمایا اور دنیوی واخروی فلاح وبہبود کی طرف رہنمائی فرماتے رہے، اسی طرح میری امت کے علما یہ کام انجام دیتے رہیں گے، اب قیامت تک کسی نبی ورسول کی ضرورت محسوس نہیں کی جائے گی۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ ایسا ہی ہوا آج چودہ سو سال گزر جانے باوجود شجر اسلام سرسبز وشاداب نظر آرہا ہے۔ یہ علما کرام کی تبلیغ وتعلیم ہی کا نتیجہ ہے اور ان حضرات کی سعی مشکور ہی کا پھل ہے کہ ہم اور آپ صاحب ایمان نظر آرہے ہیں ورنہ اگلی امتوں کی طرح اس کو بھی نیست ونابود ہو جانا چاہیے تھا۔ انہیں مقدس ہستیوں میں تاجدارِ اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی ذاتِ گرامی بھی ہے۔

آپ نے کس طرح دین کی پاسبانی فرمائی اور دین اسلام کے فروغ واستحکام کے لیے کتنی جانفشانی سے کام لیا۔ آپ ضعیفی کے عالم میں بھی پورے ملک کا دورہ فرماتے رہے لیکن کبھی اس خدمتِ دین سے نہ تھکے، اس دور میں آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو جانا ہی اس بات کی ضمانت تھی کہ اب وہ صحیح معنیٰ میں سنی ہی رہے گا اور کبھی بدمذہبیت اختیار نہیں کرے گا۔

لاکھوں افراد آپ کی بدولت سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہو گئے وہ بہت کم حضرات ہیں جنہوں نے تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کا دیدار کیا ہو اور بیعت نہ کی ہو بلکہ ہزاروں کی تعداد ان حضرات کی ہے جنہوں نے بغیر دیدار کے بیعت اختیار کر لی، بیعت کا سلسلہ آخری ایام تک جاری رہا یہاں تک کہ وصال کی آخری راتوں میں خود حاضر رہنے والے حضرات نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ جس طرح رومال یا چادر کے ذریعے تاجدارِ اہل سنت لوگوں کو بیعت فرماتے تھے، اسی طرح داہنا ہاتھ اوپر اور بایاں ہاتھ نیچے ہے اور وہی کلمات ادا فرما رہے ہیں جو بیعت کرتے وقت فرماتے تھے لیکن ظاہر میں کوئی شخص وہاں موجود نہیں ہے اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ آپ کے مریدین اور سلسلہ سے وابستہ ہونے والے حضرات صرف انسان ہی نہیں بلکہ جنات کی بھی کثیر تعداد آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہے۔

یہ ہے تاجدارِ اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ الرضوان کی مقبولیت خاص وعام جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ اللہ رب العزت کے نزدیک بھی مقبول ترین نفوسِ قدسیہ میں شامل تھے، کیونکہ انسان عوام وخواص کے درمیان جبھی مقبول ہوتا ہے جب بارگاہِ خداوند قدوس میں اس کو مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے، حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''جب اللہ رب العزت اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل (علیہ السلام) کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے اے جبریل! میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر پس جبریل (علیہ السلام) بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر وہ آسمان میں منادی کراتے ہیں کہ اللہ رب العزت اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ تو سب اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین میں اس کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے اور وہ مقبولِ

اسلاف واخلاف

خاص وعام ہو جاتا ہے۔''

ایک دوسری حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''طائفة من امتی لیسوا انبیاء یغبطھم الا انبیاء۔
میری امت کا ایک گروہ ایسا ہے جو نبی تو نہیں ہے لیکن انبیا علیہم السلام اس پر رشک کریں گے۔''

ظاہر ہے کہ تاجدار اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان جیسی بلند پایہ ہستیاں جب میدانِ قیامت میں اپنے مریدین مرشدین کے ساتھ جلوہ فرما ہوں گے تو کئی کئی نبیوں کی امتوں کا مجموعہ بھی ان کی تعداد کی برابری نہ کر سکے گا۔ یہ ہیں امام الفقہاء والمحدثین آفتابِ شریعت ماہتاب طریقت تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے محاسن وفضائل قرآن وحدیث کی روشنی میں خداوند قدوس ہم سب کو آپ کی سیرتِ مقدسہ پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور صحیح معنوں میں آپ کے نقشِ قدم پر چلائے۔

مختصر سوانح تاجدارِ اہل سنت

تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادتِ باسعادت 23/ذی الحجہ 1310ھ مطابق 1892ء کو محلہ خواجہ قطب بریلی شریف میں ہوئی جو آپ کے چچا استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی رہائش گاہ تھی۔ سنہ عیسوی کے اعتبار سے آپ کا تاریخی نام ''محمد'' ہے، سیدی سرکار اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مارہرہ مطہرہ میں ولادت سے ایک روز قبل خواب میں دیکھ کر ہی آپ کا نام'' آل رحمن'' رکھا دوسرے دن حضرت سراج السالکین مولانا شاہ ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان نے ولادتِ باسعادت کی خوش خبری سنائی اور ابو البرکات محی الدین جیلانی نام رکھا اور فرمایا'' مولانا جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا وہ بچہ بہت مبارک ہے۔''

تاجدارِ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعلیم امام احمد رضا کی زیرِ نگرانی شروع ہوئی اور آپ کے برادرِ اکبر حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری علیہ الرحمۃ والرضوان آپ کے مخصوص اساتذہ کرام میں سے ہیں۔

امام احمد رضا کی حیاتِ طیبہ ہی میں آپ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے اور ساتھ ہی فتویٰ نویسی کا کام بھی جاری رکھا، کثرتِ فتویٰ کے باعث تدریس کو چھوڑ کر مکمل فتویٰ نویسی اختیار فرمائی جو پوری عمر جاری رہا۔ آخری ایام میں اگرچہ یہ کام آپ اپنے دست مبارک سے نہیں فرماتے لیکن فتویٰ سننے اور اپنی مہر تصدیق ثبت فرمانے کا کام جاری رہا آج بھی ہزاروں فتاوے صفحہ قرطاس پر موجود ہیں جس کی دو جلدیں پہلے بنام فتاویٰ مصطفویہ کے نام سے منظر عام پر آئیں پھر اس کے بعد فتویٰ مفتی اعظم ہند سات جلدوں میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئیں۔

آپ کی تصانیف میں الموت الاحمر علی کل انحس اکفر، ادخال السنان، القول العجیب، تنویر الحجہ، وقعان السنان، وہابی کی تقیہ بازی، وغیرہ ہیں۔ چھ ماہ کی عمر میں حضرت مولانا شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان بریلی شریف تشریف لائے اور آپ کو دیکھ کر امام احمد رضا سے ارشاد فرمایا: مولانا! مبارک ہو یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت انجام دے گا، مخلوقِ خدا کو اس سے بہت فیض پہنچے گا، یہ بچہ ولی ہے۔ اس کے بعد آپ کے دہن مبارک میں انگشتِ مبارک رکھی اور اسی وقت مرید کر کے جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔

آپ کا وصالِ مبارک 14/محرم الحرام 1402ھ مطابق 12/نومبر 1981ء بروز جمعرات شب میں 01/بجکر 40/منٹ پر واصل بحق ہو گئے۔ 15/محرم الحرام بعد نمازِ جنازہ وسیع وعریض میدان میں لاکھوں حضرات نے ادا فرمائی، جس میں ہند وبیرونِ ہند کے لوگوں نے شرکت کی آپ کو سرکار اعلیٰ حضرت کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

(سوانح حضور مفتی اعظم ہند)

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ

عالمی مبلغِ اسلام خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ نے دینِ متین کی اشاعت کے لیے ایسے دور میں جب کہ اس قدر وسائل و ذرائع آمد ورفت موجود نہیں تھے؛ دُنیا کے بیشتر خطوں میں نہایت کامیابی کے ساتھ اشاعتِ اسلام اور تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا۔ مثالی داعی کا کردار ادا کیا۔ آپ کے داعیانہ نقوش رہبر و رہنما ہیں۔ آپ نے مغربی مفکر برنارڈ شا سے ''اسلام وعیسائیت'' کے عنوان پر مکالمہ کیا۔ برنارڈ شا جو پہلے سے اسلام کے بارے میں منفی فکر و ذہنیت رکھتا تھا، آپ کے نہایت مدلل، معقول، ٹھوس جوابات سے ایسا مطمئن ہوا کہ وہ اسلام کی عظمتوں کا قائل ہو گیا، اِسی موقع پر برنارڈ شا نے کہا تھا ''تعلیم یافتہ، مہذب اور شائستہ لوگوں کا مستقبل کا مذہب ''اسلام'' ہے۔''

کینیا (جنوبی افریقہ) کے شہر ممباسا میں ۱۷؍اپریل ۱۹۳۵ء میں یہ مکالمہ ہوا، جس میں جارج برنارڈ شا نے اسلام سے متعلق اپنے شبہات پیش کیے، مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی نے ان کا ازالہ استدلال سے کیا۔ دی انٹرنیشنل اسلامک مشنریز گلڈز نے اس مکالمہ کی انگریزی میں اشاعت کی، بہ عنوان: A Shavian and a Theologian سید طارق علی نے اردو ترجمہ کیا، اس کی اشاعت ماہ نامہ ترجمانِ اہلِ سنّت کراچی نے مارچ ۱۹۷۲ء میں کی، نوری مشن سے اِس ترجمہ کی اشاعت کچھ برسوں قبل ہوئی تھی۔

مبلغ اسلام کے مختصر حالات

مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کی ولادت ۳؍ اپریل ۱۸۹۲ء میں میرٹھ میں ہوئی۔ ابتدائی علوم کی تکمیل کے بعد جدید و قدیم علوم میں مہارت حاصل کی، امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) کی شاگردی اختیار کی اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ آپ ہی کی تربیت کا اثر تھا کہ دعوتِ دین کا وہ جذبۂ صادق پیدا ہوا: جس نے مبلغ اسلام کو تاعمر سرگرمِ تبلیغ رکھا۔ آپ نے دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں مختلف جہتوں سے مثالی کام کیا۔ ۱۹۱۹ء تا ۱۹۵۴ء یورپ، افریقہ، ریاستہائے متحدہ امریکہ اور جنوبی ایشیا کے بہت سے ملکوں میں تبلیغ کی۔

مساجد، مدارس، اسلامک سنٹرز، لائبریریز، ہاسپٹل، یتیم خانے قائم کیے۔ نومسلموں کی تربیت کے انتظامات کیے۔ عربی، اردو، انگریزی میں درجنوں کتابیں لکھیں۔ دہریت، سرمایہ داریت، لادینیت کے خلاف عالمی مہم چلائی، متعدد رسائل جاری کروائے۔ آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے، جن میں دُنیا کی نامی گرامی شخصیات بھی شامل ہیں۔

۱۹۲۳ء میں سیلون کے عیسائی وزیر مسٹر ایف کنگن بری نے اسلام قبول کیا، ۱۹۳۶ء کے بعد کے عرصے میں مشہور امریکی سائنس داں جارج انٹن بیوف نیز واشنگٹن میں ۳۶؍انگریز پروفیسرز نے اسلام قبول کیا، آپ کی کاوش سے بورنیو کی شہزادی پرنسس گلڈز پلیمر، ماریشس کے گورنر مروات، ٹرینی ڈاڈ (لاطینی امریکہ) کی خاتون وزیر مریف ڈونوا فاطمہ، ڈاکٹر احمد فلپائن جیسی نامور شخصیات حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔

آپ نے عیسائی مشنریز کے زیر اثر مرتد ہو جانے والے افراد، نیز قادیانیوں کو بھی دعوتِ اسلام دی جس کے نتیجے میں ۱۸؍ہزار سے زیادہ افراد نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے قادیانی اور دیگر فرق ہائے باطلہ کے رد میں کئی کتابیں بقیہ ص ۲۵؍پر

*مضمون نگار نوری مشن مالےگاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

از: مفتی وسیم جعفر قادری رضوی*

علمائے کرام کاروار ہنر بھی اپنائیں

احوال قوم وملت

آج جب بھی کوئی عالم دین کاروبار کا سوچتا ہے تو ہر کوئی اسے دین کے منافی قرار دیتا ہے "اگر یہی کرنا تھا تو مدارس میں کیوں رہے؟" اور اگر ہمت کرکے کوئی پہلا قدم اٹھا بھی لے تو ہم عصر یہ طعنہ دے کر خون جلاتے ہیں، تدریس کے لئے قبولیت شرط ہے قابلیت نہیں، اللہ نے قبول نہیں کیا انتہائی افسوس، اس پر محترم نسیم حسین لکھیم پوری بہت اہم جانب توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر تاریخ اسلام پہ نگاہ دوڑائی جائے تو کاروبار کی شروعات اسلام کی شروعات سے ہی نظر آتی ہے۔

پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں پال کر فروخت کیں، حضرت ابوبکر نے کپڑا، حضرت عمر نے اونٹ، حضرت عثمان نے چمڑا اور حضرت علی نے خود اور زرہیں فروخت کر کے اپنے گھر کے کچن کو سہارا دیا، حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کھجوروں سے، حضرت ابوعبیدہ نے پتھروں سے، حضرت سعد نے لکڑی کے برادے سے، حضرت امیر معاویہ نے اون سے، حضرت سلمان فارسی نے کھجور کی چھال سے، حضرت مقداد نے مشکیزوں سے اور حضرت بلال نے جنگل کی لکڑیوں سے اپنے گھر کی کفالت کا فریضہ سرانجام دیا۔

امام غزالی کتابت کرتے، اسحاق بن راہوے برتن بناتے، حضرت امام بخاری ٹوپیاں بناتے، امام مسلم خوشبو بیچتے، امام نسائی بکریوں کے بچے فروخت کرتے، ابن ماجہ رکاب اور لگام مہیا فرماتے رہے، امام قدوری نے مٹی کے برتنوں کا، امام بخاری کے استاد حسن بن ربیع نے کوفی بوریوں کا کاروبار سنبھالا، حضرت امام احمد ابن خالد قرطبی نے جبہ فروش (بوتیک) قائم کی، حضرت امام ابن جوزی نے (کباڑ خانہ) تانبا بیچا، حافظ الحدیث ابن رومیہ نے دواخانہ، حضرت ابویعقوب لغوی نے چوبی لٹھا (کلاتھ ہاؤس) حضرت محمد ابن سلیمان نے گھوڑے (بیوپار) اور مشہور و معروف بزرگ سری سقطی نے (سکریپ) ٹین ڈبے بیچ کر اپنی معیشت کو مضبوط کیا۔

المختصر ہر دور کے علما نے اپنے وقت کی ضرورت کو سمجھتے ہوئے رائج کاروبار کرنے کو ترجیح دیا ہے، محترم علمائے کرام! مدرسہ میں پڑھانا، مسجد میں امامت کرنا یا تصنیف و تالیف میں مشغول ہونا اچھی بات ہے لیکن ہمارے اکابرین نے انہی کاموں کے ساتھ ساتھ کاروبار بھی کیا ہے، تاریخ اٹھا کر دیکھئے: دور نبوت سے لے کر دور صحابہ تک، تابعین سے ائمہ کرام اور مجتہدین تک سبھی لوگ کاروبار سے وابستہ رہے، لیکن افسوس ہم ذریعہ معاش کے لئے کچھ سوچنا بھی توکل کے برعکس سمجھتے ہیں، ہمارے محترم استاد فرمایا کرتے تھے: صوفی محلے کی ایک مسجد پر نظر نہیں رکھنی، نہ ہی امام کے مرنے کا انتظار کرنا ہے بلکہ محلے کی پچاس دکانوں پر نظر رکھنی ہے۔

یعنی ان کی اس بات کا مقصد یہ تھا کہ علما اپنے آپ کو صرف مسجد و مدرسہ تک جام کر کے نہ رکھیں بلکہ دین کے اور میدان بھی ہیں، وہاں جا کر اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر خدمات سرانجام دیں، ویسے بھی علمائے کرام ماشاء اللہ کثیر تعداد میں فراغت حاصل کر رہے ہیں لیکن ہنرمندی سے بالکل ناآشنا ہیں، شیخ سعدی شیرازی کا قول ہے:

"اپنی اولاد کو ہنر سکھاؤ لوگ تمہارے پیچھے چلیں گے۔"

لیکن افسوس آج ہنر سیکھنے کو معیوب سمجھا جاتا ہے، آج مارکیٹوں میں سود عام ہونے کی اک وجہ اہل علم کا مارکیٹوں میں موجود نا ہونا بھی ہے۔

◆◆◆

* مضمون نگار راج محل، صاحب گنج، جھارکھنڈ کے متوطن ہیں۔

از: مفتی غلام مصطفےٰ نعیمی*

ایٹمی طاقت اور اس کی اہمیت

احوال عالم

بات جب طاقت کی چلتی ہے تو ایک طبقہ کہتا ہے کہ "Knowledge is power" (علم طاقت ہے) جب کہ دوسرے طبقے کا کہنا ہے "Power is power" (طاقت ہی طاقت ہے) ہر ایک طبقے کے پاس اپنے اپنے دلائل ہیں جس سے ان کا مدعا ثابت اور دوسرے طبقے کا رد ہوتا ہے۔ طبقہ اول کو لگتا ہے کہ علم ہی سے طاقت حاصل ہوتی ہے، علم نہیں تو طاقت نہیں۔ طبقۂ دوم کا ماننا یہ ہے کہ طاقت ہی علم کا انتظام و انصرام کرتی ہے جس کے پاس طاقت نہیں وہ آسانی سے علم بھی حاصل نہیں کر پاتا۔ بہر حال دونوں ہی طبقات کی بحث خاصی دل چسپ ہے۔ اسلامی تاریخ اور سیرت نبوی کے تناظر میں دیکھا جائے تو "طاقت کے ساتھ علم" کا نظریہ زیادہ مضبوط اور زیادہ کارگر ہے۔ علم وطاقت کا یہ تقابل ایران واسرائیل کی جنگ سے ذہن میں آیا۔ جہاں دونوں ہی ملکوں کے پاس تقریباً برابر کی تعلیم ہے لیکن طاقت کا پلّہ اسرائیل کی طرف ذرا زیادہ جھکا ہوا ہے کیوں کہ اسرائیل کے پاس ایٹمی طاقت ہے، اسی طاقت کی بنیاد پر اسرائیل اور دیگر ممالک بقیہ دنیا پر اپنی چودھراہٹ چلا رہے ہیں۔

ایٹمی طاقت کی اہمیت

دنیا میں تقریباً دو سو ممالک موجود ہیں، جن میں نو (9) ملکوں کے پاس ایٹمی طاقت ہے۔ جس کی بنیاد پر یہ ممالک دوسرے ملکوں کے مقابلے زیادہ طاقت ور مانے جاتے ہیں۔ کوئی ملک آسانی سے ان کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا، کیوں کہ ان کے پاس اچھی خاصی تعداد میں جوہری ہتھیار موجود ہیں۔ جوہری معاملات پر نگاہ رکھنے والے ادارے ایس آئی پی آر آئی Stockholm International Peace Research Institute کی رپورٹ کے مطابق روس اور امریکہ پانچ ہزار سے زائد ہتھیاروں کے ساتھ سرفہرست ہیں۔

دنیا کے نوے فیصد ایٹمی ہتھیار انہیں دونوں کے پاس ہیں، پانچ سو سے زائد ہتھیاروں کے ساتھ چین تیسرے، 290 ہتھیاروں کے ساتھ فرانس چوتھے، 225 ہتھیاروں کے ساتھ برطانیہ پانچویں نمبر پر ہے۔ اس کے بعد 170 تا 180 ہتھیاروں کے ساتھ بھارت اور پاکستان ہیں۔ دونوں ملک لگ بھگ برابری پر ہیں۔ اس کے بعد تقریباً 90 ہتھیاروں کے ساتھ اسرائیل اور قریب 60 ہتھیاروں کے ساتھ شمالی کوریا موجود ہے۔

مذکورہ ممالک میں سے پانچ ملکوں نے این پی ٹی (Non-Proliferation Treaty) معاہدے پر دستخط کر رکھے ہیں جس کی بنا پر ان کا ایٹمی پروگرام قانونی طور پر تسلیم شدہ ہے۔ جب کہ بھارت، پاکستان اور اسرائیل نے اس معاہدے پر دستخط نہیں کیے ہیں اور شمالی کوریا اس معاہدے سے دست بردار ہو گیا ہے۔

دو بڑے چودھری

امریکہ اور روس دونوں کے پاس نوے فیصد ہتھیار ہیں اس لیے یہی دونوں ملک دنیا بھر میں اپنی چودھراہٹ کا دعویٰ اور دَم رکھتے ہیں۔ کسی زمانے میں تنہا روس سپر پاور تھا اور آج امریکہ اس پوزیشن پر موجود ہے۔ نمبر ایک اور نمبر دو کی بحث سے قطع نظر یہ بات ایک دم صاف ہے کہ دنیا واضح طور پر دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے، ایک حصے کی قیادت روس کے ہاتھوں میں ہے جب کہ دوسرے حصے کی چودھراہٹ امریکہ سنبھالے ہوئے ہے۔

بقیہ تمام ممالک انہیں دونوں کے بلاک کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ موقع بہ موقع پالے بھی بدل لیے جاتے ہیں، تو کچھ ممالک دونوں سے الگ راہ بھی اختیار کر لیتے ہیں لیکن تیسرا محاذ بہت زیادہ مضبوط بن پایا نہ چل پایا۔ لے دے کر سبھی ممالک امریکہ و

*مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

روس کے ارد گرد ہی ڈولتے ہیں۔ دونوں ہی ملکوں کے مابین برتری کی ڈھکی/چھپی ریس بھی جاری رہتی ہے۔ براہ راست سامنے آنے سے دونوں ہی کتراتے ہیں، کیوں کہ دونوں ہی برابر کی ایٹمی طاقت ہیں۔ بات ذرا بھی ادھر ادھر ہوئی تو ایٹمی طاقت کی بنا پر دونوں ہی ملک بدترین تباہی سے دوچار ہوں گے۔ اس لیے تمام تر رقابت/اتار چڑھاؤ کے باوجود جنگ سے پرہیز کیا جاتا ہے۔

ایٹمی طاقت کا اثر

ایشیا میں ہمارے ملک کے علاوہ چین اور پاکستان کے پاس بھی ایٹمی طاقت ہے۔ تینوں ہی ملکوں کے درمیان تاریخی رقابت وعداوت ہے اس کے باوجود اگر تینوں ہی ممالک براہ راست تصادم سے پرہیز کرتے ہیں تو اس کی سب سے بڑی وجہ تینوں کے پاس ایٹمی طاقت کا ہونا ہے۔ کوئی بھی ایٹمی حملے کا خطرہ نہیں اٹھانا چاہتا اس لیے تمام تر کشیدگی اور اٹھا پٹھک کے باوجود معاملات سنبھالنے ہی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ حالیہ بھارت پاک جھڑپ میں بھی یہی صورت حال پیش آئی جس کے باعث دونوں ہی ملکوں نے سخت ترین کشیدگی کے باوجود حملے کے چوتھے دن ہی جنگ بندی پر متفق ہو گیے۔

شمالی کوریا کی مثال بھی ایٹمی طاقت کی بنیاد پر اہمیت کی حامل ہے۔ ایک ایسا ملک جس کی آبادی صرف ڈھائی کروڑ ہے۔ براہ راست امریکہ سے سفارتی تعلقات تک نہیں ہیں۔ جو امریکہ سمیت مختلف یورپی ممالک کی پابندیاں جھیل رہا ہے لیکن اس کے باوجود بھی شمالی کوریا پر جنگ مسلط کرنے یا اس کو بزور طاقت دبانے کی ہمت امریکہ ویوروپ کسی میں نہیں ہے۔ وجہ صرف شمالی کوریا کا ایٹمی پاور ہونا ہے۔ یعنی آج کی دنیا میں ایٹمی طاقت ہی آپ کی حفاظت کا یقینی ذریعہ ہے۔

اس لیے تعلیم اور ٹکنالوجی میں آگے ہونے کے باوجود جاپان طاقت ور نہیں مانا جاتا۔ دنیا کی تمام تر سہولتیں، اچھی سڑکیں، جگمگاتے ہوٹل، سونے کے ٹوائلٹ اور برج خلیفہ جیسی آسمان چھوتی بلندوبالا عمارتوں کے ہوتے ہوئے بھی عرب اور مسلم ممالک امریکہ ویوروپ کے آگے ہاتھ باندھے نظر آتے ہیں، تو اس کی بنیادی وجہ ایٹمی طاقت سے محروم ہونا ہے، جس کی بنیاد پر امریکہ ویوروپ سے بہر حال بنا کر چلنا ان کی مجبوری ہے۔ اگر انہوں نے زیادہ نخرے دکھانے کی کوشش کی تو انہیں ان کی اوقات دکھانے میں امریکہ ویوروپ کو زیادہ وقت نہیں لگے گا۔

ایٹمی طاقت ہی کی بنیاد پر محض نوّے لاکھ کی آبادی پر مشتمل غاصب ملک اسرائیل سارے عرب ملکوں پر عذاب کی طرح مسلط ہے۔ اس کا دل جب چاہے وہ کسی بھی ملک پر حملہ کر دیتا ہے اور مسلم ممالک زبانی جمع خرچ سے زیادہ کچھ نہیں کر پاتے۔ کاش! مسلم حکمرانوں نے قرآن کریم کے اس حکم؛ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الانفال: 60) کو حرز جاں بنایا ہوتا تو آج مسلم دنیا اس قدر کمزور اور لاچار نہ ہوتی۔ سر بہ فلک عمارتیں اور سنگ مرمر سے سجے ہوئے محلات دشمن کا ایک وار نہیں جھیل سکتے۔ جب تک مسلم حکمران اس پیغام سے دور رہیں گے دنیا کی نگاہوں میں اسی طرح ذلیل وخوار ہوتے رہیں گے۔ ؎

بھنور سے لڑو تند لہروں سے الجھو
کہاں تک چلو گے کنارے کنارے

ص ۵۲/ کا بقیہ

تمہارے قلب وجگر ہیں صفا کا بحر رواں
حیا کے موتی تمہارے دو نین، ذوالنورین
رضائے حق کے لیے سب سے پہلے جو نکلی
وہ ذات تیری ہے ذوالہجرتین، ذوالنورین
تمہارے آنے پہ اٹھ جاتے ہیں حیا کے لیے
کرم نواز شہِ مشرقین، ذوالنورین
ہمارے قلب حزیں کو قرار آجائے
ہمارا آپ اگر سن لیں بین، ذوالنورین
مجھے بھی خواب میں طوقِ غلامی کردو عطا
تمہارا بن کے رہوں گا میں قین، ذوالنورین
مدینہ پاک میں اڑتا ہوا پہنچ جاؤں
عطا جو کر دیں مجھے بھی دو ڈین، ذوالنورین
تمہاری دید کا شربت ملے نہ حاکی کو
تو کیسے اس کی کٹے کالی رین، ذوالنورین

◆◆◆

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

ایران اور اسرائیل جنگ

13 رجون 2025 کے اسرائیلی حملے (آپریشن رائزنگ لائن): اسرائیل نے ایران کے متعدد فوجی اور جوہری اہداف پر حملے کیے، جن میں تہران، نطنز، خنداب اور خرم آباد کی جوہری تنصیبات شامل تھیں، ان حملوں میں ایرانی پاسدارانِ انقلاب کے کمانڈر حسین سلامی، ایرانی مسلح افواج کے چیف آف اسٹاف میجر جنرل محمد باقری اور جوہری سائنسدان فریدون عباسی دوانی اور محمد مہدی طہرانچی مارے گئے۔

اس کے علاوہ 15-14 رجون کے حملوں میں بھی ٹارگٹڈ حملے ہوئے ہیں جن میں سات ملٹری افسران شامل ہیں۔ ایران کے اندر اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد کے لوگ لگاتار آپریشن کر رہے ہیں اور ایران کو اندر سے شدید نقصان پہنچا رہے ہیں، حالاں کہ ایران نے کئی جاسوس پکڑے ہیں جن میں 77 غیر ملکی افراد شامل ہیں جن میں سے اکثریت بھارتی نژاد ہے۔

ایرانی جوہری تنصیبات پر ہونے والے حملوں میں اب یہ صاف ہوگیا ہے کہ سائٹس کو کوئی مستقل نقصان نہیں پہنچا ہے، حملے اب بھی دونوں طرف سے جاری ہیں، کل ہی ایرانی میڈیا کے مطابق ان کے 337 لوگ مارے گئے ہیں۔ اس سے قبل بھی اسرائیلی حملوں میں قریب 244 لوگ مارے گئے تھے۔

اسرائیل کے نقصانات

15-14 رجون کی رات کو ایرانی جوابی کارروائی میں اسرائیلی حملے کے اگلے ہی روز ایران نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے بیلسٹک میزائلوں کی بارش کر دی۔ تل ابیب، حیفا، بیت یام، اشدود، اور عسقلان میں شدید دھماکے ہوئے۔ ایرانی وزارت دفاع کے مطابق انہوں نے: (1) اسرائیل کی تیل ریفائنری (2) نیوکلیئر ریسرچ سنٹر (3) فضائیہ کے تین اڈے (4) دو خفیہ فوجی تنصیبات (5) ایک سائنسی تجربہ گاہ کو کامیابی سے نشانہ بنایا۔

ایرانی حملوں میں: 103 اسرائیلی شہری و فوجی ہلاک 987 افراد زخمی تل ابیب، حیفا اور اشدود کے کئی علاقے ملبے کا ڈھیر بن گئے، اسرائیلی وزیر اعظم نتن یاہو کا ولا بھی مکمل طور پر تباہ ہوگیا، آئرن ڈوم اور امریکی تھاڈ ڈیفنس سسٹم مکمل طور پر ناکام دکھائی دیئے۔

آج نتن یاہو اپنے ملک کی حالت دیکھ کر لوگوں کو ورغلا رہا ہے کہ اس جنگ میں ہمارا ساتھ دو ورنہ عرب سے لے کر یورپ تک کوئی ایران سے نہ بچے گا۔ اسرائیل میں بھی جانی نقصان سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 125 سے تجاوز کر گیا ہے، 987 کے قریب زخمی ہیں اور کئی شہر غزہ کی طرح کھنڈرات میں تبدیل ہوگئے ہیں۔

ایران کا دعویٰ

ایران کے جنرل مہدی حسن نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ہم نے تل ابیب، حیفا، بیت یام کے علاوہ جگہوں پر بھی حملے کیے ہیں جن میں ملٹری بیس، فوجی اڈوں، ہوائی اڈوں وغیرہ کو بھی نشانہ بنایا گیا ہے لیکن اسرائیل صرف شہروں کی تصاویر اور ویڈیو دکھا رہا ہے جس سے دنیا کو لگے کہ ایران شہریوں پر حملہ کر رہا ہے۔

اب آگے کیا؟

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ اسرائیل کو توقعات سے زیادہ جواب ملا ہے اور نتن یاہو تلملا اٹھا ہے اور دنیا کے کئی ممالک بشمول امریکا سے مداخلت یا جنگ میں شامل ہونے کی گہار لگا رہا ہے، ٹرمپ جنگ بندی کا وعدہ کر کے آیا تھا اور چاہتا بھی نہیں ہے کہ امریکا براہ راست جنگ میں شامل ہو۔ اس لیے اگر یہ جنگ اسرائیل نہیں روکتا تو اسرائیل کا تاریخی نقصان طے ہے۔

*مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

ایران اسرائیل پر بیلسٹک میزائلوں کی بارش کر رہا ہے، اردن کھل کر جب کہ عرب ممالک رڈار کی جان کاری اسرائیل کو پہنچا کر حمایت کر رہے ہیں، وہیں دوسری طرف غزہ کی طرف جانے والے مارچ کو مصر میں سخت پابندیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، کئی غیر ملکیوں کے پاسپورٹ ضبط کر لیے گئے ہیں، بہتوں کو قید کر دیا گیا، ایک علاقے میں تو جوتوں اور چپلوں سے اس قافلے کا استقبال کیا گیا ہے، کتنی افسوس ناک بات ہے کہ مصر جیسا ملک اس قدر بدتمیزی پر آمادہ ہے، اسے نہ غزہ کے بچے دکھ رہے ہیں اور نہ ہی بھوک پیاس سے نڈھال ہوتے بزرگ، خواتین۔

تاریخ ایسے بزدل، ناکارہ، بے غیرت صدر کو شاید کبھی نہ دیکھے۔ رفح بارڈر پر امدادی سامان سڑ رہا ہے لیکن مصر کی عوام اور صدر آرام کر رہے ہیں، مصر نے ہی اسرائیل کو سب سے پہلے قبول بھی کیا تھا اور آج تک اپنی غلامی کا ثبوت بطور احسن دے رہا ہے۔

ایران جس قدر حملے کر رہا ہے اس سے تو یہی لگتا ہے کہ ایران جلد ہی اپنے جوہری ہتھیاروں کا ٹیسٹ کرنے والا ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو خطے کی صورت یکسر بدل جائے گی، بہر حال ایران کے تابڑ توڑ جوابی حملوں نے اسرائیل کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کیا ایران پر حملہ کر کے اس غلطی کر دی ہے؟

جنگ خطرناک موڑ پر پہنچ رہی ہے

آج صبح ہی واشنگٹن پوسٹ نے امریکی صدر ٹرمپ کا ٹوئٹ لگایا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ایران کو جوہری ڈیل کر لینا چاہیے تھی، ہم ایران کو کسی قیمت پر جوہری ہتھیاروں کی اجازت نہیں دینے والے، بہت سے لوگوں کی موت ہوئی ہے، ایران کے لوگوں کو تہران خالی کر دینا چاہیے۔ اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ امریکا جنگ میں کود رہا ہے، اگر امریکا براہ راست شامل ہوتا ہے تو ایران کی پریشانی بڑھنا طے ہے، جو عراق، لیبیا، افغانستان مصر، اُردن میں ہوا ہے اسی طرح یہاں بھی ہونے والا ہے، سابق ایرانی صدر کے بیٹے اہلیہ حکومت کے لالچ میں بیٹھے ہیں، ہوسکتا ہے جلد ہی کٹھ پتلی حکومت بن جائے! مگر

اگر امریکا ایران میں رموٹ کنٹرول حکومت بنا لیتا ہے تو یہ بھی یقینی ہے کہ افغانستان اور پاک دونوں ہی کو نہ رکنے والی گوریلا، پراکسی وار کا سامنا کرنا پڑے گا، ایسے میں اگر پاک اور افغانستان جنگ سے دور بھی رہتے ہیں تو ہمیشہ کا خطرہ برداشت کرنا ہوگا، یہی وجہ ہے کہ پڑوسی ملک نے اپنی اسمبلی میں ایران کی حمایت میں قرارداد منظور کی ہے لیکن صرف قرارداد سے کچھ نہیں ہونے والا جنگ میں شامل ہونا ضروری ہو جائے گا۔

روس اور چین کا کردار کیا ہوگا؟

روس اور چین اگر اس جنگ میں شامل نہیں ہوتے جیسا کہ امید ہے تو پھر ان کی مشکلات بھی بڑھنا یقینی ہے، روس اکیلا پڑ جائے گا، چین کا کاروبار جو افغانستان اور ایران کے ساتھ ہے تقریباً بند ہو جائے گا، گویا امریکا ایک تیر سے کئی شکار کرے گا، افغانستان ایک بار پھر امریکا سے دہائیوں پریشان رہے گا جب کہ پاک بھی کئی اطراف سے گھر جائے گا، بظاہر حالات ایسے بن رہے ہیں کہ بہت سے ممالک اس جنگ میں نا چاہتے ہوئے بھی شامل ہونگے ورنہ خطرہ ان کے لیے بھی تیار ہے۔

ایران کیا کرے گا؟

ایران امریکا کے شامل ہونے سے جنگ میں کمزور پڑ جائے گا، فی الحال جس قدر اسرائیلی خفیہ ایجنسی کے ارکان ایران کے اندر کار بم دھماکے اور اپنی دیگر سرگرمیاں انجام دے رہے ہیں اس سے لگتا یہی ہے کہ امریکا جلد از جلد یہ کھیل مکمل کرنا چاہے گا تا کہ خون کم بہے اور بدنامی کم ہو، اگر خمینی مارے جاتے ہیں تو بڑی آسانی سے ایران ختم ہو جائے گا، ایران کے لیے خمینی کا زندہ رہنا اور جنگ کو طول دینا ہی واحد راستہ ہے کیوں کہ ان ایام میں ایران جوہری ہتھیاروں کے ٹیسٹ کر سکتا ہے، ایرانی جوہری سائٹس کو ابھی ایسا کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے جس سے اس کے اس پروگرام میں کوئی رکاوٹ آئے، کئی بین الاقوامی ادارے یہ مان رہے ہیں کہ جوہری تنصیبات ابھی تک محفوظ ہیں، خبر یہ بھی ہے کہ ایران نے جوہری تنصیبات زیر زمین ۹۰ میٹر رکھی ہیں ایسے میں نقصان کا تصور نہیں کیا جا سکتا، ہاں اوپری ڈھانچے میں کچھ نقصان ہوسکتا ہے بس۔

احوال عالم

یورپ بس غلامی چاہتا ہے

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جو یورپی ممالک یہ کہتے ہیں کہ ہم ہتھیار بنائیں گے لیکن تم نہیں! تم پر بھروسا نہیں کہ کب کہاں استعمال کر دو! لیکن انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ سب سے پہلے امریکا نے ہی جاپان کے ہیروشیما، ناگاسا کی پر دوسری جنگ عظیم کے درمیان جوہری ہتھیاروں کا استعمال کیا تھا، جو خود استعمال کر چکا ہو وہ کس منہ سے دوسرے پر زبان درازی کر رہا ہے؟

اگر ایک سال قبل ایران حزب اللہ کا ساتھ نہ چھوڑتا اور شام میں اس کی پراکسی فوج موجود ہوتی تو ایران کو کچھ آسانی ہوتی، لیکن ایران نے اس وقت سب کو اکیلا چھوڑ دیا اور آج خود اکیلا پڑ گیا ہے، ۱۹۸۰ کے بعد سے ایران نے جتنا پیسا ان بھاڑے کے قاتلوں پر خرچ کیا اگر وہ اپنی فوج، ہتھیار یا اپنے اندر کے نظام کو مضبوط کرنے میں خرچ کرتا تو آج یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔

بہر حال ایران دو ہی صورتوں میں غالب آ سکتا ہے پہلی جوہری ہتھیاروں کا حصول، دوسرے ٹاپ لیڈرشپ کا زندہ رہ جانا اور یہ دونوں ہی مشکل نظر آرہے ہیں، اس تحریر کو مذہبی نقطہ نظر سے پرے ہو کر پڑھیے، جو ایران نے سنیوں کے ساتھ کیا ہے اسے بھولا نہیں جا سکتا مگر ایران ہاتھ جانے کا مطلب ہے کہ کوئی مسلم ملک بنام مسلم زندہ نہیں رہ پائے گا۔

جنگ بڑھتی ہی جا رہی ہے امریکا کی تمام دھمکیوں کو درکنار کرتے ہوئے ایران اسرائیل پر تابڑتوڑ حملے کیے جا رہا ہے، اب امریکا کے جنگ میں شامل ہونے کے امکانات بڑھتے جا رہے ہیں، حملے طرفین سے جاری ہیں اور دونوں کا خاصہ جانی، مالی نقصان ہو رہا ہے، امریکی صدر بھی آیت اللہ علی خامنہ ای کو مارنے کا عندیہ دے رہے ہیں، خامنہ ای کے ٹھکانے کے متعلق ٹرمپ نے کہا ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ کہاں چھپے ہیں، اسرائیل اور امریکہ کے بیانات سے یہ ظاہر ہے کہ وہ حکومت بدلنا چاہتے ہیں جس کے لیے رضا پہلوی جیسے لوگ بیٹھے ہوئے لار ٹپکا رہے ہیں۔

وہیں خامنہ ای نے بھی اپنے تازہ بیان میں کہا ہے کہ میرے جسم کی کوئی حیثیت نہیں، مرنے کے لیے تیار ہوں لیکن جھکنے کو نہیں، ہر چیز کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا، ایران نے آج حیفا، تل ابیب کے بعد یروشلم میں بھی حملے کیے ہیں، جنگ جس موڑ پر پہنچ رہی ہے وہاں ایران کے لیے مشکلات یقینی ہیں، ایسے میں روس اور چین کی مدد ایران کو حوصلہ دیے ہوئے ہے لیکن اتنا یقینی ہے کہ یہ سامنے آکر جنگ نہیں کریں گے، روس ایران کی مدد اس لیے بھی کرے گا کیوں کہ ایران نے اپنے ڈرون روس یوکرین جنگ میں روس کو دیے، خبریں ہیں کہ چین بھی مدد کر رہا ہے لیکن یہ بات فوجی امداد اور ساز و سامان تک ہی محدود رہے گی، اتر کوریا کے "کم جونگ ان" کا بھی بیان آیا ہے کہ ایران اکیلا نہیں ہے، ہم ساتھ ہیں لیکن سیدھی جنگ میں شاید کوئی ساتھ نہ آئے گا۔

کیا ہوگا اگر امریکا ایران پر قبضہ کر لے

اس وقت چین اور روس مشرق وسطیٰ میں جم کر کاروبار کر رہے ہیں، روس کو بھی ایران کی طرح امریکی پابندیوں کا سامنا ہے ایسے میں تیل اور گیس کا بڑا سپلائر ایران اگر ان دونوں ملکوں کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو چین اور روس دونوں کو تیل اور گیس کی قلت ہونا یقینی ہے، یا پھر امریکی ریٹ اور شرائط پر تیل گیس یا دیگر کاروبار کرنا ہوگا، ایسا ہونے پر نہ صرف ایران بلکہ پھر عرب ممالک پر بھی اسرائیل اور امریکا کا شکنجہ کسے گا اور ہر بات ماننی ہوگی، ابھی جو عرب ممالک کچھ حد تک بچے ہوئے ہیں تو وجہ ایران ہی ہے، کیوں کہ جب تک ایران پر قبضہ نہ ہو تب تک سب کی سننا پڑے گی، ورنہ ایربیس، اسپیس اور ان کے فوجیوں کی ہر سہولت کا انتظام کون کرے گا؟ ایران کے بعد امریکا اور اسرائیل کو عرب ممالک کی ضرورت نہیں پڑے گی، اس لیے ان ممالک میں موجود امریکی فوجی اڈے اور ان میں موجود اسلحہ سے چند لمحوں میں کسی بھی ملک پر یہ دونوں قبضہ کر لیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایران کے بعد کوئی بھی ملک سلامت نہیں رہے گا، چند سالوں کے اندر سب ختم ہو جائیں گے، دنیا بھر کو امریکا اور اسرائیل کا چہرہ اس وقت صاف نظر آئے گا جب ہر چیز کی قیمت امریکا، اسرائیل طے کریں گے۔ آج کی خاموشی کل کی موت ہے، G 7 ممالک کی بیٹھک میں سارے ملکوں نے ٹرمپ

احوال عالم

احوال عالم

کے آگے گھٹنے ٹیک دیے، پہلے حملہ اسرائیل نے کیا ہے باوجود اس کے سارے دیش یہ کہہ رہے ہیں کہ اسرائیل کو حق دفاع حاصل ہے، دنیا نے اس سے بڑی بد دیانتی شاید کبھی نہ دیکھی ہوگی، ایران جو بھی کرسکتا ہے، اسے اپنے تحفظ کے لیے کر گزرنا چاہیے پھر شاید وقت نہ ملے۔

ایران لڑائی پر کیوں اڑا ہے؟

1980 کے بعد سے ایران نے پر اکسی وار کو ہی ترجیح دی ہے، پچھلے کئی سالوں میں اس کے فوجی افسران، سائنس داں قتل ہوئے لیکن ایران نے کھل کر جواب نہیں دیا، آخر آج ایران ایسا کیوں کر رہا ہے؟ دنیا جانتی ہے کہ ایران کے پاس وافر مقدار میں یورینیم موجود ہے A I E A اس بات کو کلیر کر چکی ہے، فروری میں ایک رپورٹ آئی تھی کہ ایران نیوکلیر ہتھیار بنانے کے قریب ہے، اب دنیا بھر کے لوگ اس شش و پنج میں ہیں کہ کیا ایران بغیر تیاری کے اتنی بڑی لڑائی مول لے سکتا تھا؟ اس کے دو جواب مجھے سمجھ آتے ہیں۔

(1) ایران اپنا جوہری پروگرام اس حال میں لے آیا ہے کہ وہ چند دنوں میں جوہری ہتھیار بنا سکتا ہے، اس لیے جنگ جاری ہے اور ایسا اس کے ٹیسٹ کے اعلان کے لیے ایسا کر رہا ہے جو اس کے لیے بھی نہایت موزوں وقت ہے، ایسے میں اگر ٹیسٹ ہوتا ہے تو ٹیسٹ کے بعد آدھی دنیا ایران کی طرف ہوگی۔

(2) امریکا یا اسرائیل کو یہ یقین ہو گیا ہے کہ ایران جوہری ہتھیار بنانے کے نہایت قریب ہے، اگر اسے یقین ہوتا کہ بنا لیا ہے تو شاید حملہ نہ کرتا، کیوں کہ کسی بھی ملک کے لیے جوہری ہتھیار جنگ روکنے کا واحد ذریعہ ہیں، یا پھر امریکا اسرائیل یہ چاہتے ہیں کہ اگر ایران نے بنا لیا ہے تو ٹیسٹ کرے ضرور کرے گا، اس طرح سالوں کا شک وشبہ ختم ہو جائے گا اور پھر ہم دنیا بھر میں ایران پر مزید پابندیاں لگا سکیں گے، اگر نہیں بنایا ہے تو حکومت تبدیل کر کے جوہری پروگرام پر قبضہ کر لیں گے اس طرح ملک بھی ملے گا اور بیٹھے بٹھائے جوہری ہتھیاروں میں اضافہ بھی ہو جائے گا، دیگر ایشیائی ممالک تک پہنچ آسان ہو جائے گی ہر ملک پر نظر رکھنا آسان ہوگا نیز ہر ملک امریکی، اسرائیلی میزائلوں کیا رینج میں ہوگا۔

زندہ رہنا ہے تو حالات سے ڈرنا کیسا
جنگ لازم ہو تو لشکر نہیں دیکھے جاتے

ص ۵۳ / کا بقیہ ....

ان شہیدانِ بہتر کے وسیلے سے سدا
ابرِ رحمت تجھ پہ رب برسائے خاکِ کربلا
یوں کشش بھر دی گئی تجھ میں کہ خورشید فلک
رنگ و روغن دیکھ کر للچائے خاکِ کربلا
چھوڑ کر خاکی بدن، جاں حاضر دربار ہو
ہجر کے ماروں کو یوں تڑپائے خاکِ کربلا

ص ۵۳ / کا بقیہ ....

رعبِ وفا جلالِ ولایت کی ہے قسم
اعدائے دیں کے واسطے تیغ وسناں ہیں آپ
ہتھیار ڈالنا ہی پڑا حق کے روبرو
ہے کون تاب لاسکے سیف البیاں ہیں آپ
پھیلی ہیں میری فکر کی ہر سمت نکہتیں
قدسی کے باغِ فیض کے لیے گل فشاں ہیں آپ

◆◆◆

جماعت رضائے مصطفیٰ

یہ اعلیٰ حضرت کی قائم فرمودہ ایک روشن تاریخ کی حامل جماعت ہے، جس کی نشاۃ ثانیہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کے ہاتھوں ہوئی۔

برادران اہل سنت اپنے اپنے علاقے میں اس کی شاخیں قائم کریں، اس عظیم جماعت کے ممبر بنیں اور مرکز سے جڑ کر اپنی ملّی و مذہب خدمات انجام دیں اور کامیابیوں سے ہمکنار ہوں۔

مزید معلومات کیلئے 7055078621 پر رابطہ کریں۔

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

پینتیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

نتیجہ: تو جب تائب میں یہ چاروں علامات پائی جائیں تو (جان لینا چاہئے کہ) وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ. (ترجمہ) بے شک اللہ پسند کرتا ہے بکثرت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔'' [سورۂ بقرہ: ۲۲۲]

تائب کا حق

اور ایسے (سچے) تائب کے لئے مسلمانوں پر چار باتیں واجب ہیں:

(۱) اس سے محبت رکھیں، کیونکہ اب وہ اللہ کا محبوب ہو گیا ہے۔

(۲) اور دعائے خیر کے ساتھ اس پر نگاہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اسے توبہ پر قائم رکھے۔

(۳) اور قبلِ توبہ جو گناہ اس نے کئے ان پر اسے کبھی عار نہ دلائیں، طعنہ نہ دیں۔

(۴) اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور بات چیت رکھیں اور (جس قسم کی اعانت درکار ہو) اس کی حسب حیثیت اعانت کریں۔

تائب کا اکرام

ایسے تائب کو اللہ تعالیٰ چار عزتوں سے سرفراز فرماتا ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے ایسا پاک کر دیتا ہے گویا وہ ایسا ہو گیا جس نے وہ گناہ کبھی نہیں کیے۔

(۲) اور اللہ اس سے محبت فرماتا ہے (جیسا کہ اوپر آیت کریمہ کے حوالہ سے گزرا)۔

(۳) اور شیطان کو اس پر مسلط نہیں ہونے دیتا ہے بلکہ شیطان سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

(۴) اور اسے دنیا چھوڑنے سے پہلے (یعنی قبل موت قریب وقت نزع) عذاب کے خوف سے مامون فرما دیتا ہے، اس لئے کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے فرماتا ہے:

''تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ. (ترجمہ) ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔'' [حٰم السجدۃ-۳۰]

توّابین کے اکرام میں دوزخ کا بجھنا

قول ابن معدان: حضرت خالد ابن معدان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے۔ فرمایا: جب توابین (یعنی بکثرت توبہ کرنے والے) جنت میں پہنچیں گے تو کہیں گے کہ کیا ہم سے ہمارے رب نے یہ وعدہ نہیں کیا تھا ہم جنت میں داخل ہونے سے پہلے دوزخ پر (ضرور) وارد ہوں گے تو اُن سے کہا جائے گا تم دوزخ پر گزرے تو تھے مگر تمہیں احساس نہیں ہوا (کیونکہ اس وقت تمہارے اکرام میں) وہ بجھی ہوئی تھی۔

حقیقی توبہ کا اثر و فائدہ

حدیث شریف: حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے فرمایا: کہ حضور پر نور نبی رحمت، رحمت عالم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ایک عورت کو حد زنا میں سنگ سار کیا (یعنی کرنے کا حکم صادر فرمایا) پھر اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اس پر کسی صحابی نے (اظہار تعجب کے طور پر) عرض کیا: یا رسول اللہ! حضور نے اس کو رجم بھی کیا پھر اس کی نماز بھی پڑھی؟ ارشاد فرمایا:

''لقد تابت توبة -الخ۔ (ترجمہ) بے شک اس عورت نے (سزائے زنا بھگتنے کی نوبت آنے سے پہلے یقیناً) ایسی

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

حقیقی سچی توبہ کرلی تھی کہ اگر ویسی توبہ وہ (پہلے ہی) ستر مرتبہ کرلیتی توضرور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا۔‘‘

وضاحت: (مصنف علیہ الرحمہ کہتے ہیں) مطلب یہ ہے کہ اس کی توبہ حقیقی توبہ تھی اور توبہ جو حقیقی ہوتی ہے وہ قبول ہو ہی جاتی ہے اگرچہ جرم کتنا ہی عظیم ہو۔

برائے اہل غفلت، تازیانۂ عبرت

حدیث شریف: کتب حدیث میں وارد ہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

’’مَن عَیَّرَ مؤ مِناً بِفَاحِشَة -الحدیث۔ (ترجمہ) جس نے کسی مسلمان کو اس کی کسی فحش (گھنونی) بُرائی پر عار دلایا تو وہ مثل فاعل ہے اور اللہ پر حق ہے کہ اسے اس بُرائی میں واقع کردے اور مزید فرمایا: جس نے کسی مسلمان کو کسی جرم پر عار دلایا تو وہ دنیا سے نہیں جائے گا جب تک کہ اس جرم کا مرتکب نہ ہوجائے اور رسوائی وفضیحت نہ اٹھالے۔‘‘

کفر وفسق سے نفرت وکراہیت ایمانی خصلت

فقیہ یعنی مصنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کامل مؤمن، گناہ کا نہ دل میں قصد لاتا اور نہ عمداً اس کا ارتکاب کرتا ہے، دلیل اس کی قرآن کریم میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’وَ كَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ۔

(ترجمہ) اور اللہ نے تمہارے دلوں میں کفر وفسق اور معصیت کی ناگواری قائم کردی ہے۔‘‘ [سورۂ حجرات-۷]

فقہی وکلامی مسئلہ: تو اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے معلوم ہوا کہ اس نے مؤمنوں کے دلوں میں معصیت کا بُغض رکھا ہے۔ (جب ایسا ہے) تو وہ (بحیثیت مؤمن) معصیت کا تعمد نہیں کرتا بلکہ بحالت غفلت ہی اس میں گر پڑتا ہے۔ لہٰذا توبہ (واصلاح حال) کے بعد اس پر عار دلانا اس دلیل سے بھی ناجائز ہے۔

توبہ صادق وتام کی برکات

قول ابن عباس: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: جب بندہ توبۂ تام کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور (یہاں تک اکرام فرماتا ہے کہ) کاتبین کرام کو اس کا برا عمل جو انہوں نے لکھا تھا، بھُلا دیتا ہے اور جوارح (ہاتھ پاؤں وغیرہ ظاہری اعضا) کو بھی وہ خطا بھُلا دیتا ہے جو اُن سے سرزد ہوئی تھی اور اس زمین (جگہ) کو بھی بھلا دیتا ہے، جہاں وہ گناہ کیا تھا اور آسمان کی اس جگہ کو بھی بھلا دیتا ہے (جہاں وہ رکھا گیا تھا۔ یہ سب اس لئے) تاکہ قیامت کے دن گناہ سے پاک وصاف اس طرح آئے۔ کہ مخلوق میں کوئی بھی اس کے خلاف گواہی نہ دے سکے۔ (سبحان اللہ وبحمدہ)

.........جاری

ص ۴۸ کا بقیہ ....

اڑا دیتا ہوں دشمن کے سروں کو
جلال وقہر ہوں تیغ وسناں ہوں
جلا دیتا ہوں خرمن دشمنوں کا
حریفوں کے لیے برقِ تپاں ہوں
برائے دوستاں شبنم کی ٹھنڈک
برائے حق حریر و پرنیاں ہوں
مری ہیبت سے دشمن کانپتا ہے
میں دنیا میں صداقت کی اذاں ہوں
اجالا حکمتوں کا میرے دم سے
ادب کے آسماں کی کہکشاں ہوں
بہائیں ندّیاں شعر وسخن کی
میں شانِ فلسفہ منطق کی جاں ہوں
تصوف کی بچائی لاج میں نے
ہر اک فن کے لیے روحِ رواں ہوں
محبت کا سبق سب کو سکھایا
سراپا ساز ہوں سوزِ نہاں ہوں
زمیں مسکن ہے میرا پھر بھی سن لے
بلندی میں سراسر آسماں ہوں
قلم آخر میں بولا سن اے احمد
مجاہد سر بکف عزمِ جواں ہوں

خطیب کی تڑپ

(از: مفتی غلام مصطفیٰ نعیمی، دہلی

زمانۂ طالب علمی تھا، دیگر امور کے ساتھ ذوق خطابت بھی پروان چڑھ رہا تھا۔ کبھی کبھار جذبۂ خطابت آپے سے باہر ہوتا تو موقع بنا کر کسی چھوٹی موٹی محفل میں چلے جاتے تھے۔ ایسی ہی ایک محفل میں ایک مترنم خطیب، سے پالا پڑ گیا، آنجناب ہی خصوصی خطیب کی مسند پر قابض تھے۔ خطیب صاحب جب بھی کوئی دھانسو ڈائیلاگ بولنے والے ہوتے تو ماحول بنانے کے لیے یہ ترغیبی جملے بار بار دہراتے:

''تڑپ کے کہہ دو سبحان اللہ! مچل کے کہہ دو سبحان اللہ!
ذرا جھوم کے کہہ دو سبحان اللہ''

خطابی سُر تال کی لہریں محفل کو لہا لوٹ کر رہی تھیں کہ اچانک ایک شخص نے دونوں ہاتھ ہوا میں لہرا کر بڑی زور سے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ! جہاں تک یاد پڑتا ہے وہ شخص ایک سانس میں تین چار بار سبحان اللہ کہتا تھا۔ جیسے ہی خطیب صاحب ''کہہ دو سبحان اللہ'' کا آوازہ لگاتے، جواباً وہ شخص کم از کم تین سانسوں کا استعمال کرتے ہوئے آٹھ دس بار سبحان اللہ کہتا۔

ابتداً تو خطیب صاحب کو اچھا لگا، مگر مسلسل سبحان اللہ کہنے سے خطابت میں خلل محسوس ہونے لگا۔ جب یارائے ضبط نہ رہا تو خطیب صاحب نے اسے ڈانٹ لگاتے ہوئے کہا: یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ اس نے بڑی سجّنتا سے جواب دیا: آپ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں، میں نے ایسا کب کہا؟ مچل کر سبحان اللہ آپ ہی تو کہلوا رہے ہیں! میں نے یہ کب کہا کہ مسلسل کہتے رہو! حضرت آپ ہی تو تڑپ کر سبحان اللہ کہنے کو بول رہے ہیں اب تڑپنے کے بعد گنتی کا دھیان ہی کہاں رہتا ہے؟ یاد رہتا ہے تو بس اتنا کہ سبحان اللہ کہنا ہے!

بحث آگے بڑھتی دیکھ میں ان صاحب کے پاس گیا اور نرم لہجے میں گزارش کی کہ وہ ایک آدھ بار ہی سبحان اللہ کہنے پر اکتفا کر لیں تو مجلس کے لیے بہتر ہوگا، خیر! سمجھانے بجھانے سے وہ جناب مان تو گئے مگر بڑی ''حسرت'' سے کہا کہ آپ کہتے ہیں تو مان جاتا ہوں ورنہ میں آج ایسے تڑپ تڑپ کر دکھاتا کہ مقرر صاحب سدا یاد رکھتے!

سمجھانے بجھانے کے بعد اس شخص نے اپنی تڑپ کو کنٹرول کر لیا لیکن اس حادثہ کی وجہ سے خطیب صاحب کا ''تڑپاؤ ڈائیلاگ'' بھی بالآخر بند ہو گیا، جس سے مجمع کو بھی قدرے راحت نصیب ہوئی۔

اس بات کو ہوئے کئی سال گزر گئے۔ اس وقت اکا دکا خطیب و شاعر ہی تڑپنے کی اپیل کیا کرتے تھے، اب تو ہر اسٹیجی مخلوق تڑپانے پر آمادہ ہے، کاش انہیں بھی کوئی ''سچی تڑپ'' والا بندہ مل جائے تاکہ ان تڑپانے والوں کی تڑپ بھی کو تھوڑا بہت آرام مل جائے ورنہ وہ سامعین کو ایسے ہی تڑپاتے رہیں گے۔

جور کو جور بھی اب کیا کہیے
خود وہ تڑپا کے تڑپ جاتے ہیں

◆◆◆

خودکشی! صبر واستقامت کی شکست

(از: محمد رمضان رضا ماتریدی، ماتریدی ریسرچ سینٹر، مالیگاؤں

اللہ عزوجل نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اور ان میں سب سے عظیم نعمت زندگی ہے۔ یہ زندگی نشیب وفراز، خوشی وغم، کامیابی وناکامی کا ایک حسین سفر ہے۔ جو لوگ صبر اور یقین کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھتے ہیں، وہ اندھیروں میں بھی امید کی کرن ڈھونڈ لیتے ہیں اور مشکلات میں آسانی کا راستہ تلاش کر لیتے ہیں، افسوس کہ آج کا انسان معمولی آزمائشوں میں ہی حوصلہ ہار بیٹھتا ہے۔ دلوں میں وسعت کم ہو گئی ہے اور صبر کا دامن چھوٹتا جا رہا ہے۔

اسی کمزوری کا نتیجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ زندگی کی عارضی پریشانیوں سے گھبرا کر خودکشی جیسا ہولناک اور غیر شرعی قدم اٹھا لیتے ہیں، جو نہ صرف دین اسلام میں سخت حرام ہے بلکہ اللہ عزوجل

کی عظیم نعمت زندگی کی بے قدری اور ناشکری بھی ہے۔خودکشی دراصل صبر ویقین کی شکست کا اعلان ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ بندہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہو چکا ہے، حالانکہ قرآن کریم میں صاف ارشاد فرمایا گیا: اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔(سورہ یوسف:87) اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔(سورۃ الزُّمر:53)

زندگی کے ہر اندھیرے کے بعد روشنی ہے، ہر دکھ کے بعد راحت ہے اور ہر آزمائش کے بعد انعام ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ہم ہمت اور صبر کا دامن نہ چھوڑیں۔ نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہمارے لیے سب سے روشن نمونہ ہے۔ طائف کی سنگ باری ہو یا شعب ابی طالب کی مشکلات، میدانِ احد کی آزمائش ہو یا حدیبیہ کا صبر آزما معاہدہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حال میں صبر اور اللہ عزوجل پر کامل یقین کیا، کبھی ناامیدی اور مایوسی کو پاس نہ آنے دیا۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے سبق لیں۔ جب ہم کسی کو مایوسی اور شکستگی کی حالت میں دیکھیں تو اس کا ہاتھ تھامیں، اسے حوصلہ دیں، اس کے زخموں پر الفاظِ محبت کا مرہم رکھیں۔ایک نرم مسکراہٹ، ایک دل جو امید سے بھرا ہو، کسی کو زندگی کی طرف واپس کھینچ سکتا ہے۔ یاد رکھئے! خودکشی صرف ایک فرد کا نقصان نہیں، بلکہ پورے معاشرے کی حساسیت اور ذمے داری پر ایک سوالیہ نشان ہے۔ آئیں! ہم صبر، امید اور محبت کے چراغ جلائیں تا کہ کوئی بھی زندگی مایوسی کی اندھیری رات میں نہ بجھے۔

◆◆◆

سنیت کی علامت

(از: عبد اللطیف رضوی علیمی

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہلسنّت و جماعت کی علامت دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا:

''تَفْضِيلُ الشَّيخَينِ وَحُبُّ الخَتَنَينِ وَمَسحُ الخُفَّينِ.

یعنی حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق وامیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا اور امیر المومنین عثمانِ غنی و امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا، یہ سنیت کی علامت و پہچان ہے۔''

واضح رہے کہ ان تینوں باتوں کی تخصیص اس لیے آپ نے فرمائی کیوں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں تشریف فرما تھے اور وہاں رافضیوں ہی کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں۔اس روایت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ صرف ان تین باتوں کا پایا جانا ہی سُنّی ہونے کے لیے کافی ہے۔

اس لیے کہ علامت شے میں پائی جاتی ہے، شے لازمِ علامت نہیں ہوتی جیسے حدیث صحیح بُخاری شریف میں وہابیہ کی علامت فرمائی:

''سِيماهُمُ التَّحلِيقُ۔ان کی علامت سر منڈانا ہے۔''

اس کے یہ معنی نہیں کہ سر منڈانا ہی وہابی ہونے کے لیے کافی ہے۔

◆◆◆

جشن غدیر خم منانا کیوں جائز نہیں؟

(از: مولانا شمس تبریز خا کی ظہوری مرکزی بلگرام شریف

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

رافضیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حدیث غدیر خم سے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلافصل ثابت ہوتی ہے، جبکہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تصفیہ ما بین سنی وشیعہ'' میں واضح طور پر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا خلافت بلافصل سے کوئی تعلق نہیں ہے، رافضیوں کی کتاب ''موسوعۃ الغدیر'' صفحہ نمبر ۲۱۰/ پر ہے:

''یہ عید (عید الغدیر) اس جشن کے لیے منائی جاتی ہے

کہ خلافت بلا فصل اہل بیت کا حق ہے۔‘‘

اسی کتاب کے اگلے صفحہ پر لکھا ہے کہ:

’’سقیفہ بنی ساعدہ میں جو حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور سب نے انھیں جو خلیفہ مانا، وہ غدیر خم والی حدیث سے بغاوت کر کے کیا گیا۔‘‘

یعنی ’’جشن غدیر خم‘‘ حضرت سیدنا صدیق اکبر کی خلافت بلا فصل کی تردید اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلافت بلا فصل ثابت کرنے کے لیے منایا جاتا ہے۔

اب وہ سنی حضرات جو اس بدعت کا لقمہ بن چکے ہیں، وہ خود سے سوال کریں کہ آخر جشن غدیر خم کے پیچھے کے مقاصد کیا ہیں؟ اور کیا ہمارے اسلاف نے منایا؟ بے شک ’’من کنت مولاہ فهذا علي مولاہ‘‘ حدیث برحق ہے۔ فرق بس یہ ہے کہ اس حدیث سے روافض نے غلط استدلالات کیے، جس کے نتائج بڑے جان لیوا ثابت ہوئے۔

بد کی صحبت میں مت بیٹھو اس کا ہے انجام برا
بد نہ بنے تو بد کہلائے بد اچھا بد نام برا

◆◆◆

کیا فلسطین میں جنگ بندی ہوگی؟

از: مولانا طارق انور مصباحی

(1) کل 13: مئی 2025 کو امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ سعودی عرب پہنچ چکا ہے اور فلسطین کی جنگ بندی اور فلسطین کو ایک مستقل ریاست بنانے کی بات چیت جاری ہے۔

(2) اسرائیل کے وقت قیام (1948) سے ہی امریکہ اور یورپی ممالک اسرائیل کو مشرق وسطی میں اپنا نمائندہ ملک اور مشرق وسطی کو کنٹرول کرنے والا ملک مانتے رہے ہیں، لیکن اب اسرائیل کی اس حیثیت پر گرد آلود ہوتی نظر آ رہی ہے۔ اسرائیل بھی سخت بے چینی میں مبتلا ہے اور ہمیشہ ظالم کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔

(3) تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ اگر فلسطین ایک مسلح ملک بن جاتا ہے تو وہ مشرق وسطی میں ایک مضبوط ملک ہو جائے گا اور اسرائیل کا وجود سمٹتا نظر آئے گا، تاہم اسرائیل تادم تحریر گریٹر اسرائیل کے خواب سے باہر نہیں نکلا ہے، لیکن اس خواب کی تعبیر دھندلی نظر آتی ہے، فلسطینی مجاہدین اس خواب کو چکنا چور کرنے کی مسلسل کوشش کر رہے ہیں اور اس کاوش میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے۔

(4) ان شاء اللہ تعالیٰ چند دنوں میں واضح ہو جائے گا کہ فلسطین کا مستقبل کیا ہوگا، ابھی ہر محاذ پر گفت و شنید کا سلسلہ جاری ہے۔ یوکرین کی جنگ بندی کے لئے بھی مذاکرات ہو رہے ہیں اور جلد ہی جنگ بندی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔

◆◆◆

امام کی کفالت! ایک اجتماعی ذمہ داری

سوشل میڈیا سے

چائی باسہ (جھارکھنڈ) کی مدینہ مسجد کے امام مولانا شاہنواز انصاری رحمہ اللہ نے 18 جون 2025 کو مسجد کی تیسری منزل میں پھانسی لگا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ قرض کی زیادتی، تنخواہ کی کمی اور حالات سے تنگ آ کر یہ قدم اٹھایا جو بالکل غلط تھا، اپنے سوسائیڈ نوٹ میں انہوں نے لکھا:

’’میں نے سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھایا ہے، کسی کو الزام نہیں دے رہا، قرض نے میری کمر توڑ دی‘‘

یہ محض ایک شخص کی موت نہیں، پورے معاشرے کا جنازہ ہے، ارکان مسجد کی بے حسی اور خود غرضی کا ننگا ثبوت ہے۔

اسلام کا نظریہ

اسلام نے امام، مؤذن اور دینی خدمت گاروں کو معاشرے کی روحانی قیادت قرار دیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کو کسی کام پر مقرر کرے، تو اس کی کفالت (رزق و ضروریات) بھی اسی پر لازم ہے۔ (سنن ابی داود، حدیث 2934)

مسجد کمیٹی کی شرعی ذمہ داریاں

1 امام کی تنخواہ اتنی ہونی چاہیے کہ وہ اپنی اور اہل خانہ کی ضروریات بآسانی پوری کر سکے۔

2 اگر مسجد کے چندے، عطیات، یا آمدنی بقیہ ص ۱۰ / پر

منظومات

سب سے جدا تیری عطا اے احمد مختار ہے

(از: محمد نعیم الدین قادری گلاپوری

سب سے جدا تیری عطا اے احمد مختار ہے
کوئی عمر کوئی علی اور کوئی یارِ غار ہے
تیرا کوئی ثانی نہیں تیرا کہیں سایہ نہیں
یوسف بھی تیرے حسن کا خود طالب دیدار ہے
واللیل ہیں زلفیں تری مازاغ ہیں آنکھیں تری
کونین میں سب سے حسیں خالق کا تو شہکار ہے
اے شافعِ روز جزا اے دافعِ جملہ بلا
محشر کے دن ہم جیسوں کو تیرا کرم درکار ہے
تو پیکر جود وسخا تو قاسمِ لطف وعطا
کون ومکاں میں سرورا عالی تری سرکار ہے
کردار تیرا دیکھ کر کہنے لگے اہلِ نظر
بیشک ہے تو رب کا نبی پیارا ترا کردار ہے
قرآن پڑھ کر ہے درک اس میں نہیں کوئی بھی شک
الحمد سے والناس تک نعت شہِ ابرار ہے
رب کا کلام پاک پڑھ تو بھی کہے گا جھوم کر
الحمد سے والناس تک نعتِ شہِ ابرار ہے
تیری وفا کی راہ میں تیرے طلب کی چاہ میں
قلب نعیمؔ قادری شاہِ زمن بیمار ہے

لباسِ جود کی تم سے ہے زین، ذوالنورین

(از: شمس تبریز خاکی ظہوری مرکزی، بلگرام شریف

لباسِ جود کی تم سے ہے زین، ذوالنورین
کہ تم ہو ناز شہِ مشرقین، ذوالنورین
تمہارے رستے سے گر ہٹ گیا، یقیں ہے مجھے
تمام عمر نہ آئے گا چین، ذوالنورین
تمہاری طاقت وقوت کی ہم بنیں تصویر
اگر سجے کوئی جنگِ حنین، ذوالنورین بقیہ ص ۴۲ پر

کاش ہم خاکِ درِ شاہِ شہیداں ہوتے

(از: علامہ سید چندا حسینی صوفی علیہ الرحمہ، رائچور

کاش ہم خاکِ درِ شاہِ شہیداں ہوتے
خوبی بخت پہ کیوں اپنی نہ نازاں ہوتے
سر دیا اپنا، دیا ہاتھ نہ بیعت کے لئے
اہلِ حق ایسے ہی ہیں دین پہ قرباں ہوتے
جب شہیدوں کی چلی جاتیں تھیں روحیں بہ ارم
پیشوائی کو درِ خلد پہ غلماں ہوتے
آتے جب مسجدِ نبوی میں شہِ کون ومکاں
دُوش پر نورِ نگاہِ شہِ مرداں ہوتے
دیکھ کہ حضرتِ شبیر کی جولانئ تیغ
فرطِ ہیبت سے یہ مردود ہراساں ہوتے
عرضیاں بھیج کہ بُلوا کہ دیئے چھل کوفی
کام شیطاں کا نہ کرتے اگر انساں ہوتے
غمِ شبیر میں نوحہ نہ کروائے صؔوفی
اس سے ہرگز نہیں خوش، شاہِ شہیداں ہوتے

باطل پہ ایسی ضرب لگائی حسین نے

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

باطل پہ ایسی ضرب لگائی حسین نے
کوہِ ستم کو کردیا رائی، حسین نے
ظالم کو اپنا دست مبارک دیئے بغیر
موڑی یزیدیت کی کلائی حسین نے
ڈوبا ہوا ہے بحر تعجب میں خُود فرات
کی پیاس سے دلوں کی سِنچائی حسین نے
دھاگے میں موت کے، گُل ہستی پروئے ہیں
رسمِ وفا لہو سے نبھائی حسین نے
جس سے بڑھی ہے عظمت پیشانی بشر
سر دے دیا، جبیں نہ جھکائی حسین نے بقیہ ص ۲۲ پر

بلند اتنا کیا ہے خدا نے شانِ حسین

(از: محمد فرقان فیضیا مام احمد رضا لائبریری، سرلاہی نیپال

بلند اتنا کیا ہے خدا نے شانِ حسین
عدو بھی ہو گئے پل بھر میں مدح خوانِ حسین

علم اٹھائے ہوئے دین کی بقا کے لئے
ہے کربلا کی طرف نکلا کاروانِ حسین

ہزار صدیاں گزر جائیں پھر بھی لکھ نہ سکے
جو لکھنے بیٹھے کوئی شخص داستانِ حسین

کہ ان پہ آج تلک لعنتیں برستی ہیں
ذلیل و خوار ہوئے ایسے دشمنانِ حسین

یزیدی فوج کے خیموں کا کچھ پتہ ہی نہیں
مہک رہا ہے زمانے میں گلستانِ حسین

کسی کے بس میں نہیں بس خدا ہی جانتا ہے
کہ کس مقام کا حامل ہے خاندانِ حسین

دعا ہے فیضی کہ ہم سارے عاشقانِ حرم
بروزِ حشر رہیں زیرِ سائبانِ حسین

تن بدن اس طرح سے مہکائے خاکِ کربلا

(از: شمس تبریز خاکی ظہوری مرکزی، بلگرام شریف

تن بدن اس طرح سے مہکائے خاکِ کربلا
آنکھ سے دل میں اتر کر آئے خاکِ کربلا

ہے عدو کے واسطے زہرِ ہلاہل کی طرح
بہر عاشق کیمیا بن جائے خاکِ کربلا

فلسفہِ رازِ بقا کا حل نہ ہو، تو پوچھ لے
الجھی گتھی کو سدا سلجھائے خاکِ کربلا

دیدہ و رخ کا اسے غازہ بنائے چوم کر
مشت بھر عاشق کہیں جو پائے خاکِ کربلا

ڈھل گیا آکر وہاں جو بھی ادب کے سانچے میں
بخت اس کا مثلِ مہ چمکائے خاکِ کربلا بقیہ ص ۴۶ / پر

تھی فدا دین مبیں پر زندگی شبیر کی

(از: سید خادم رسول عینی، بھدرک، اڑیسہ

تھی فدا دین مبیں پر زندگی شبیر کی
اس لئے سب کو ہے پیاری رہبری شبیر کی

ہو رہا ہے ہر طرف چرچا مرے شبیر کا
ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے روشنی شبیر کی

سر کٹا ان کا مگر جاری رہی تھی بندگی
اس سے ظاہر ہوگئی تابندگی شبیر کی

کر لیا شامل جماعت میں جناب حر کو بھی
دیکھ لی دنیا نے بندہ پروری شبیر کی

نوجوانان جناں کے بالیقین سردار وہ
خلد میں دیکھیں گے ہم سب سروری شبیر کی

واسطے حق کے لٹا دینا تمامی جان و مال
ہے نہیں آسان اتنی پیروی شبیر کی

ہیچ لگتی ہے اسے ہر کہکشاں کی روشنی
دیکھتا ہے جب کوئی رخشندگی شبیر کی

جان دے دی، عشق کو اپنے نہیں جھکنے دیا
عشق میں ہے اس قدر وارفتگی شبیر کی

آگیا ماہ محرم جو مقدس ماہ ہے
منقبت لکھوائے عینی اک نئی شبیر کی

کوئی ملا نہ ملے گا حسین کے جیسا

(از: غلام غوث اجملی پورنوی

کوئی ملا نہ ملے گا حسین کے جیسا
شہ امم کا چہیتا حسین کے جیسا

خدا نے جب نہ بنایا حسین کے جیسا
کہاں سے کوئی ملے گا حسین کے جیسا

علی ہیں باپ تو ماں فاطمہ حسن بھائی
قبیلہ ایسا ہے کس کا؟ حسین کے جیسا

منظومات

منظومات، خیر و خبر

چمن ہیں فاطمہ زہرا علی چمن آرا
ہے ان میں اک گل لالہ حسین کے جیسا

خدا، رسول، علی، فاطمہ اسے چاہے
ہے کس کا چاہنے والا حسین کے جیسا

مقابل اترے ہزاروں کے رن میں جو تنہا
کہاں کسی میں ہے جذبہ حسین کے جیسا

شہید ہو کے جو نیزے پہ پڑھ گیا قرآن
ہے کس شہید کا قصہ حسین کے جیسا

نثار سجدے ہوں سجدے پہ جس کے عالم کے
کیا کسی نے ہے سجدہ حسین کے جیسا

یزیدی مر گئے مٹی میں مل گئے سارے
حسینی کنبہ ہے زندہ حسین کے جیسا

یزیدیت ہے ممات اور حسینیت ہے حیات
حسینی رہتے ہیں زندہ حسین کے جیسا

شہید یوں تو ہیں لاکھوں اے اجملی لیکن
ہے کس شہید کا چرچا حسین کے جیسا

مفتی اعظم ہند! نوری سماں ہیں آپ

(از: علامہ سید اولاد رسول قدسی، کیلیفورنیا، امریکہ

اوصاف کی بہار حسیں گلستاں ہیں آپ
دیں کی بقا کے واسطے نوری سماں ہیں آپ

ہر سمت جگمگاتے ہیں پاکیزہ مہر و ماہ
صدق وصفا کے ایسے کھلے آسماں ہیں آپ

ہر ذرہ تربتر ہے ولایت کے نور سے
زہد و ورع کے بدر نہاں ضوفشاں ہیں آپ

دیوانگی کا جام طرب یوں ہے موجزن
درد والم میں قاسم امن واماں ہیں آپ

کردار ایسا اب بھی معطر ہے سنیت
جس کی نہ انتہا ہے وہی داستاں ہیں آپ

بقیہ ص ۴۶ ر پر

قلم کہتا ہے میں شاہِ جہاں ہوں

(از: مولانا طفیل احمد مصباحی، بانکا بہار

قلم کہتا ہے میں شاہِ جہاں ہوں
قلم کش کے لیے دولت رساں ہوں

بتاؤں کیا تجھے دم میں کیا ہوں
کبھی شعلہ کبھی شبنم فشاں ہوں

خدا نے و القلم فرما دیا ہے
اسی باعث میں عظمت کا نشاں ہوں

غفلت کا سایہ

1 اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ کی اہم کتاب "المحجة المؤتمنة فی آیة الممتحنة" تفسیری مباحث پر مبنی ہے، یہ کتاب ہندستان کے سیاسی حالات میں مسلمانوں کی اسلامی فکر سازی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، سو سال گزر جانے کے بعد بھی مشرکین کی سازشوں سے بیدار رہنے اور ایمان کی سلامتی کے لیے یہ کتاب بڑی مفید اور چشم کشا ہے۔

2 امام احمد رضا نے فرقہ پرستوں کے فتنہ وحرب سے اس وقت مسلمانوں کو باخبر کیا جب کہ اس قدر نقصان نہیں ہوا تھا، اُس دور میں گاندھی کے سائے میں بڑے بڑے اصحابِ جبہ پناہ گزیں تھے، کاش! مشرکوں سے متعلق مسلمان آپ کی آواز پر بیدار ہو لیتے تو ہزاروں فسادات/ ناقابلِ تلافی نقصانات جھیلنے نہ پڑتے اور مسلمانوں کی حق تلفی کا تسلسل بھی شاید ظہور میں نہ آتا۔ مسلمانوں نے انگریز کی مخالفت میں مشرکین سے آنکھیں بند کر لیں۔

اپنا سب کچھ مشرکین کی خوشنودی کے لئے قربان کر دیا؛ نتیجتاً غلامی کی زنجیروں میں جکڑتے چلے جا رہے ہیں، مشرک اقتدار دستوری حقوق بھی چھیننے پر آمادہ ہے، وقف قانون اس کی مثال ہے۔

(از: غلام مصطفیٰ رضوی، رکن نوری مشن، مالیگاؤں

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25

JULY-2025
PAGES 56 WITH COVER

PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan